زوجین کے حقوق

مصنف
مولانا محمد شمشاد ندوی

ناشر
ادارہ تحقیقاتِ اسلامی جے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوہر اور بیوی کے حقوق

مولانا محمد شمشاد ندوی

ناشر

ادارہ تحقیقات اسلامی، جے پور، راجستھان

شوہر اور بیوی کے فرائض وحقوق

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر کائنات کی نعمتوں سے ہمکنار کیا اور اس کے اندر کائنات کو تسخیر کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، حضرت آدم وحوا سب سے اس جہاں میں بھیجے گئے اور دونوں کے ذریعے دنیا آباد ومعمور ہوگئی، میاں بیوی کی پاکیزہ ملاقات سے ایک خاندان وجود میں آیا پھر سماج کی تشکیل ہوئی، شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کے اپنے فرائض و حقوق ہیں اور ہر ایک سے ان کے فرائض کے سلسلے میں قیامت میں پوچھا جائے گا۔ اسلام نے ان کو حقوق وفرائض کے ذریعہ اس طرح آپس میں مِلا دیا کہ سبھی اپنا اپنا مستقل وجود رکھنے کے باوجود ایک ہوجاتے ہیں۔ ہر ایک کے حقوق وفرائض پر اگلے صفحات میں بحث کریں گے۔

زوجین کی ذمّہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کی فکر اور کوشش کرتا رہے اور ایک دوسرے کے ذمّہ جو کام سپرد ہو اس کو بحسن وخوبی انجام دے اور اپنے قول وعمل سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے اور آپسی مدد وتعاون سے خاندان کی ترقی واستحکام، امن وسکون اور ترقی وکامیابی کے عمل کو آگے بڑھائے۔ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرے اور کسی بُرائی میں کسی کا ساتھ نہ دے بلکہ دونوں مل جل کر اس برائی کو دور کریں تاکہ خاندان پاکیزہ وصالح رہے۔

شوہر کے حقوق:

اسلام نے زوجین کو ان تمام امور کو انجام دینے کا حکم دیا ہے جو زوجین کی فطری محبت وتعلق میں اضافہ کا باعث ہو اور دنیاوی فلاح اور اخروی نجات کا ذریعہ ہو۔ اسلام نے دونوں کے حقوق وفرائض کو واضح طور پر بیان کردیا تاکہ

میاں بیوی دونوں اپنے اوپر عائد حقوق وفرائض کوادا کرتے ہوئے خاندان میں سکون واطمینان اور کامرانی وترقی کا دروازہ کھول سکیں اور آخرت کے اجروثواب کو پاسکیں۔تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی میاں بیوی نے اسلام کے بتائے ہوئے حقوق وفرائض کوبحسن وخوبی انجام دیا،خاندان اور معاشرہ سکون واطمینان اور ترقی واستحکام سے ہمکنار رہُوا۔لیکن جب جب بھی اسلام کے متعین کردہ حقوق و فرائض سے روگردانی کی گئی، اس کے نتیجہ میں دنیا ناکامیوں و دشواریوں سے دوچار ہوتی رہی۔ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔اگرچہ مغربی معاشرہ اوراس کے نقشِ قدم پر چلنے والے معاشرے میں اس کے خلاف کمربستہ ہونے کا جذبہ شدّت سے اُبھر رہاہے اوران کے مفکرین فیملی سسٹم کو بحال کرنے اوراس کو مستحکم کرنے کے لیے تدابیر کررہے ہیں لیکن اب تک ان کو مکمل کامیابی نہیں مل سکی ہے۔اگروہ اپنے عزم وارادہ میں مخلص ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا خاندان اورمعاشرہ سکون وترقی سے ہمکنار ہوتو ان کو بلاکسی تعصّب کے اسلامی تعلیمات کو حرزِ جاں بنالینا چاہیے۔

اسلام نے میاں بیوی پر ایسے حقوق وفرائض عائد کیے ہیں جو خاندان کو سکون و ترقی سے ہمکنار کرتے ہیں اور ان کو اپنا کر فیملی سسٹم کو مستحکم کیا جاسکتا ہے۔ وہ حقوق وفرائض کیا ہیں ان کی بابت ہم قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

شوہر کا حق اس کی بیوی پر یہ ہے کہ وہ اس کے نیک کاموں میں فرماں برداری کرے اوراپنے نفس اوراس کے مال کی حفاظت کرے اوراپنی ظاہری شکل و صورت اورعمل سے اس کو ناراض نہ کرے اور جب وہ تھکا ماندہ گھر آئے تو اس کا خندہ پیشانی سے استقبال کرے۔

ابنِ ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’خير النساء من إذا نظرت إليها سرتك، وإذا أمرتها أطاعتك و إذا غبت عنها حفظتك في نفسها و مالك‘‘(۱)

’’عورتوں میں بہترین بیوی وہ ہے جس کی طرف تم دیکھو تو وہ تم کو خوش کردے اور جب تم اس کو حکم دو تو وہ تمہاری فرماں برداری کرے اور تمہارے غائبانے میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کرے‘‘۔

اسلام نے اللہ کی اطاعت اور دینی فرائض کی انجام دہی اور شوہر کی اطاعت کوایک ساتھ بیان کیا،جس سے اس کی اہمیت مزید اجاگر ہوجاتی ہے۔

’’عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها و حفظت فرجها وأطاعت زوجها قيل لها أدخلي الجنة من أي ابواب الجنة شئت‘‘(۲)

’’حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے پانچ وقت کی نماز پڑھی، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے خاوند کی فرماں برداری کی تو (اس عورت کے لیے بشارت ہے کہ) وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے‘‘۔

شوہر کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کو خوش وخرم رکھنے پر جنت کی خوشخبری ہے جیسا کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت امِّ سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) ابن ماجہ جلد اول ص ۵۹۶۔حدیث ۱۸۵۷

(۲) الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۵۲

"أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة"(۱)

"جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی وخوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی"۔

فرماں بردار و اطاعت شعار بیویوں کے لیے جہاں جنت کی خوشخبری ہے وہیں نافرمان بیویوں کے لیے دوزخ کا دردناک عذاب متعین ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"— ورأيت النار فلم أر كاليوم منظراً قط ورأيت اكثر أهلها النساء قالوا لِمَ يا رسول الله قال بكفرهن قيل يكفرن بالله قال، يكفرن العشير ويكفرن الاحسان لو أحسنت الى أحداهن الدهر ثم رأت منك شيئا قالت مارأيت منك خيراً قط"(۲)

".....اور میں نے دوزخ کو دیکھا ویسا منظر کبھی نہیں دیکھا، میں نے اس میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا، صحابہ کرام نے کہا، اللہ کے رسول ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا ناشکری کی وجہ سے، کہا گیا وہ اللہ کے ساتھ ناشکری کرتی ہیں تو آپؐ نے فرمایا وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں، اگر تم ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے رہو، پھر کبھی تمہاری جانب سے کسی کمی کو پالیا تو کہے گی کہ آپ کی جانب سے کبھی کسی بھلائی کو پایا ہی نہیں۔

"و عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تؤذى امرأة زوجها فى الدنيا الا قالت زوجته من الحور العين لاتوذيه قاتلك الله فانما هو عندك دخيل أوشك ان يفارقك إلينا"(۳)

حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنت والی بیوی یعنی بڑی آنکھوں والی حور کہتی ہے تجھ پر اللہ کی مار پڑے (یعنی اللہ تجھے جنت اور اپنی رحمت سے دور رکھے) اپنے شوہر کو تکلیف نہ پہنچا کیونکہ وہ (دنیا میں) تیرا مہمان ہے جو جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس (جنت میں) آئے گا۔

(۱) ترمذی ج ۳ ص ۴۶۶ باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ (۲) بخاری ج ۳ ص ۲۶۱
(۳) ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۴۹ حدیث ۲۰۱۴ باب فی المرأۃ تؤذی زوجها

عورت کی فرماں برداری میں اہم یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت وظیفۂ زوجیت کے لیے تیار رہے، جب شوہر اس کو ہمبستری کے لیے بُلائے تو ہرگز انکار نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إذا دعا الرجل إمرأته إلى فراشه فلم تأته فبات غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تُصبِحَ"(۱)

"جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر نے رات غصّہ کی حالت میں گزاری تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں"۔

بیوی نفلی روزہ اور نفلی حج شوہر کی اجازت کے بغیر ادا نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لايحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا باذنه ولاتاذن فى بيته إلا باذنه"(۲)

"کسی عورت کے لیے روزہ رکھنا حلال نہیں ہے، جبکہ اس کا شوہر موجود ہو، ہاں اس کی اجازت سے روزہ رکھ سکتی ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے"۔

شوہر کا حق بیوی پر یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو گھر میں شوہر کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دے۔ عمرو بن الاحوص الجشمیؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا:

"لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی وصیت کو مانو کہ یہ تمہارے ہاتھ میں قید ہیں۔ تم سوا اس کے کسی اور بات کا حق نہیں رکھتے لیکن یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں مگر ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ میں علاحدہ کردو اور ان کو ہلکی مار مارو، اگر وہ تمہاری

(۱) ابوداؤد جلد دوم ص ۲۴۴ حـ ۱۲۴۱ (۲) مسلم ج ۲ ص ۷۱۱

بات مان لیں تو پھران پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈو۔ بیشک تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں، جن کا آنا تم کو پسند نہیں اور ہاں ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی کرو'' (۱)

شوہر کی خدمت:

اسلام نے مرد و عورت کے حقوق وواجبات میں مساوات قائم کی۔ البتہ دونوں کو فطری وجسمانی صلاحیت کے اعتبار سے الگ الگ فرائض تفویض کیے۔ مرد محنت و کاوش کرنے اور روزی کمانے کی زیادہ قدرت رکھتا ہے اور عورت گھریلو راحت وآرام کو فراہم کرنے، گھریلو ماحول کو پُرسکون بنانے، اولاد کی تربیت اور دیگر گھریلو کام کاج کو اچھی طرح انجام دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو اس کی طبیعت وفطرت کے مطابق حقوق وفرائض کا مکلّف بنایا ہے۔ تاکہ گھر خارجی اور داخلی دونوں اعتبار سے منظّم ہو جائے۔

سرورِ کائنات حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علیؓ اور حضرتِ فاطمہؓ کے درمیان فیصلہ فرمایا، گھر کی خدمت پر حضرتِ فاطمہؓ کو اور کام اور روزی کی فراہمی پر حضرتِ علیؓ کو مامور کیا۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرتِ فاطمہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ چکّی کی وجہ سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور انہوں نے ایک خادمہ طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس چیز سے بہتر ہو جس کا دونوں سوال کر رہے ہو۔ جب تم لیٹنے لگو تو ۳۳/ بار سبحان اللہ، ۳۳/ بار الحمد للہ اور ۳۴/ بار اللہ اکبر کہو، کیونکہ یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(۱) ابن ماجہ جلد اول ص ۵۹۴ حدیث ۱۸۵۱

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے فرمایا میں اپنے شوہر زبیر کے گھر کی مکمل خدمت کرتی تھی۔ ان کے پاس ایک گھوڑا تھا، میں اس کی دیکھ ریکھ کرتی، اس کے لیے گھاس کاٹتی، اس کی نگرانی کرتی اور اس کو پانی پلاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ڈول بھرتی اور آٹا گوندھتی اور اپنے سر پر تین فرسخ دور زمین سے گٹھلی کو ڈھوتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت گزاری کے عنوان سے علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنی مشہور کتاب ''سیرتِ عائشہؓ'' میں لکھتے ہیں:

''گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی لیکن حضرتِ عائشہؓ آپؐ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ آپؐ قربانی کے جو اونٹ بھیجتے اس کے لیے خود قلادہ بٹتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں، جسمِ مبارک میں عطر مل دیتی تھیں۔ آپؐ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں، مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں، گھر میں آپؐ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں۔ چنانچہ حضرتِ قیس غفاریؓ جو صفّہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ عائشہؓ کے گھر چلو۔ جب حجرہ میں پہنچے تو فرمایا، عائشہ ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں، آپ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا، پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا، اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ (۱)

(۱) سیرتِ عائشہؓ ص ۴۸-۴۹ بحوالہ الادب المفرد باب لایوذی جارہ۔ صحیح بخاری واقعہ افک۔ شمائل ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد

مذکورہ روایات سے استدلال کرتے ہوئے علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ بیوی اپنے گھر کی خدمت انجام دے اور شوہر اس کی مکمل کفالت کرے۔ سیدہ فاطمہ زہراؓ نے شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علیؓ سے یہ نہیں کہا کہ اس پر خدمت واجب نہیں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ اسماءؓ کو شوہر کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا تو یہ نہیں کہا کہ اس پر خدمت واجب نہیں ہے بلکہ اس کی خدمت کو لازم قرار دیا اور تمام صحابۂ کرام نے اپنی بیویوں پر خدمت کو لازم قرار دیا۔ باوجود اس کے کہ عورتوں میں سے بعض اس سے خوش تھیں تو بعض ناراض تھیں۔

ابن قیمؒ نے کہا فقیری و مالداری اور شرافت و دیانت کی وجہ سے تفریق صحیح نہیں ہے۔ دنیا کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کی خدمت کرتی تھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے کر آئیں تو آپؐ نے شکایت کو نہیں سُنا۔

نبیؐ اور ان کے اصحاب کی بیویاں آٹا گوندھنے، روٹی بنانے، بستر بچھانے، فرش صاف کرنے اور کھانا لگانے وغیرہ کی ذمہ داریاں انجام دیتی تھیں۔ دورِ رسالت کی عورتیں ان امور کو انجام دیتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان امور میں کوتاہی کرنے پر ان کو مارتے تھے اور ان سے خدمت لیتے تھے۔

لیکن حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت واجب نہیں ہے اس لیے کہ عقدِ نکاح کا مقصود استمتاع ہے نہ کہ منافع حاصل کرنا اور خدمت لینا ہے۔ مذکورہ احادیث تطوع اور مکارمِ اخلاق پر دلالت کرتی ہیں۔

زوجین کے لیے آپسی جھوٹ جائز:

گھریلو ماحول کو پرسکون بنانے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار اور پرلطف بنانے کے لیے جھوٹ بولنے تک کی اجازت دی گئی ہے۔ حالانکہ عام حالت میں

جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ میدانِ جنگ میں، لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنے میں، شوہر کا اپنی بیوی کی دلجوئی اور بیوی کا اپنے شوہر کی دلجوئی کی خاطر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔

حضرت امِ کلثوم بن عطیہ رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

”لا اعده كاذبا الرجل يصلح بين الناس يقول القول ولا يريد به إلا الإصلاح والرجل يقول في الحرب، والرجل يحدث إمراته والمرأة تحدث زوجها“(۱)

”میں جھوٹا شمار نہیں کرتا اس شخص کو جو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اس سے اس کا مقصد صرف اصلاح ہوتا ہے اور اس شخص کو جو جنگ میں جھوٹ بولتا ہے۔ اور اس شخص کو جو اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اور اس عورت کو جو اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتی ہے“۔

بیوی اپنے شوہر کے گھر قیام کرے:

شوہر کا حق یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو گھر میں روکے رکھے اور اس کو باہر نکلنے سے منع کر دے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مکان بیوی کے لائق ہو اور ازدواجی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو۔ اسی کو شرعی مسکن کہا جاتا ہے۔ جب مسکن اس کے لائق نہ ہو اور اس میں حقوقِ زوجیہ کو پورا کرنا ممکن نہ ہو جو نکاح کا مقصود ہے تو اس میں عورت کے لیے قیام کرنا لازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ غیر شرعی مسکن ہے۔ اسی طرح دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے ازدواجی زندگی گزارنے سے مانع ہو یا ان سے ضرر لاحق ہو یا اپنے سامان کے ضائع ہونے سے ڈرتی

(۱) ابوداؤد ج ۴۔ ص ۲۸۲ باب فی اصلاح ذات البین

ہو اور مسکن ضروری سہولیات سے خالی ہو یا وہ ایسی حالت میں ہو جس میں بیوی ڈر محسوس کرتی ہو یا پڑوسی بُرے ہوں۔ ان تمام صورتوں میں بیوی کا گھر میں رُکے رہنا لازم نہیں ہے۔

بیوی کو دوسری جگہ منتقل کرنا:

شوہر کا حق یہ بھی ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی بیوی کو منتقل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَ لَاتُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ. (۱)

''تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف مت پہنچاؤ''۔

البتہ عقدِ نکاح کے وقت عورت نے یہ شرط رکھی کہ وہ اس کو گھر سے نہیں نکالے گا اور اس کو دوسرے شہر میں منتقل نہیں کرے گا تو شوہر پر اس شرط کو پورا کرنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے:

''ان أحق الشروط أن يوفى بها ما استحللتم به الفروج''(۲)

''جن شرطوں کا پورا کیا جانا تمہارے لیے ضروری ہے ان میں سب سے اہم شرط وہ ہے جس کے ذریعے سے تم نے شرم گاہوں کو حلال کیا ہے''۔

یہ امام احمدؒ، اسحٰق بن راہویہ اور امام اوزاعی کا مسلک ہے۔ دیگر فقہائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ اس شرط کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ مہر میں شرط کو پورا کرنا واجب ہے۔

(۱) سورہ طلاق آیت ۶
(۲) ترمذی ج۳ ص۴۳۴ باب ماجاء فی الشرط عند عقدۃ النکاح۔ بخاری جلد۳۔ ص۲۵۲ معمولی تبدیلی کے ساتھ

بیوی کا کام سے رُک جانا:

علماء نے بیوی کو ایسے اعمال انجام دینے سے منع کیا ہے، جن سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور نقصان لازم آئے۔ مثلاً اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جانا، لیکن ایسے اعمال جو اس کو نقصان نہ پہنچائے، ان کو انجام دینے کی اجازت ہے۔

بیوی کا گھر سے نکلنا:

حنفیہ نے عورت کو اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے جب کہ والدین میں سے کوئی بیمار ہو۔

''أجاز الحنفية للمرأة الخروج بغير إذن زوجها إذا مرض أحد أبويها''(۱)

''حنفیہ نے شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے۔ جب کہ اس کے والدین میں سے کوئی بیمار ہو''۔

بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا عورت پر واجب ہے لہٰذا عقد نکاح کے بعد بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا چاہتی ہے تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کو سکھلائے۔ اگر شوہر اس پر قادر نہ ہو تو عورت کا علماء اور علم کی مجلس میں نکلنا واجب ہے۔ تاکہ وہ دینی احکام کو جانے اگرچہ اس میں شوہر کی اجازت نہ ہو۔ اگر بیوی اس قدر احکام سے واقف ہے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے۔ یا شوہر فقیہ ہو اور اس کو تعلیم دیتا ہو تو اسے علم کے حصول کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

امام فخر الدین حسن بن منصور فرماتے ہیں:

(۱) الفقہ الاسلامی ج۷، ص۳۳۶

''اگر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی علمی مجلس میں شریک ہونا چاہے تو اس کو اس کا حق نہیں ہے لیکن کوئی مسئلہ اس کو درپیش ہو تو وہ اپنے شوہر سے دریافت کرے گی اب اگر شوہر عالم ہے اور وہ خود ہی اسے مسئلہ بتا دے یا جاہل ہو اور وہ دوسروں سے تحقیق کر کے اس کو اطلاع دیدے تو اس کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ لیکن شوہر تحقیق کر کے نہ بتائے تو وہ بلا اجازت بھی کسی علمی مجلس میں جا کر دریافت کر سکتی ہے کیونکہ طلبِ علم مسلمان مرد اور عورت دونوں پر فرض ہو جاتا ہے جب کہ وہ اس کے محتاج ہوں اس لیے ایسی حالت میں طلبِ علم کو شوہر کے حق پر مقدم رکھا جائے گا۔ اگر عورت کو کوئی متعین مسئلہ درپیش نہ ہو لیکن وہ نماز اور وضو وغیرہ کے مسائل سیکھنے کے لیے کسی علمی مجلس میں شریک ہونا چاہے، اگر شوہر ان مسائل کو جانتا ہو اور اسے سکھا بھی رہا ہو تو اسے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے جب تک کہ شوہر اس کو اجازت نہ دے اور اگر خود شوہر کو ان مسائل کا علم نہیں ہے تو بہتر ہے کہ شوہر اس کو علمی مجالس میں شریک ہونے کی اجازت دیدے اور اگر کوئی مصلحت مانع ہو تو شوہر کو اس کا حق بھی ہے کہ وہ اس کو باہر جانے کی اجازت نہ دے اور اس سے شوہر پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنے کی ان کو گنجائش نہیں ہے جب تک کہ کوئی ضروری مسئلہ پیش نہ آئے۔(۱)

عورت پر واجب ہے کہ وہ جب گھر سے نکلے تو اس کے جسم کا کوئی حصّہ سوائے چہرہ و ہتھیلی کے ظاہر نہ ہو، اس لیے کہ ستر کا چھپانا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ''(۲)

''اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔''

(۱) فتاویٰ قاضی خان المطبوعہ علی الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۴۴۳ فی حق الزوجیۃ

(۲) سورہ احزاب: ۳۳

تبرج یہ ہے کہ وہ بھڑکانے والی حرکت و چال کو اپنائے۔ تبرج یہ بھی ہے کہ عورت ایسا باریک لباس پہنے جس سے اس کا جسم دکھائی دے۔

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا۔

''صنفان من أهل النار لم أرَهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات، رؤسهن كأسنمة البُخت المائلة لايَدْخُلْنَ الجنة ولايجدن ريحها و إن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا''(۱)

''جہنمیوں کی دو قسموں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا ایک ایسی قوم ہوگی جس کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں کو مار رہے ہوں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہوگی، جن کی طرف لوگ مائل ہوں گے اور وہ لوگوں کو اپنی جانب مائل کریں گی، ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو دور دراز سے محسوس کی جائے گی''۔

عورت تیز خوشبو لگا کر نہ نکلے کیوں کہ خوشبو لوگوں کو اس کی جانب مائل کر دے گی اور اس میں دلچسپی پیدا کر دے گی۔ حضرتِ ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أيما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية''(۲)

''جو عورت معطر ہو کر کسی قوم سے گزرتی ہے تا کہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے''۔

عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ گھر میں رہے بلا ضرورت باہر نہ نکلے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) مسلم جلد ۴ ص ۲۱۹۲ باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء

(۲) رواہ الحاکم عن ابی موسیٰ ج ۲ ص ۳۹۶ سورہ نور کی تفسیر میں

''المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان''(۱)

''عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے ۔ چنانچہ جب کوئی عورت اپنے پردہ سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو مردوں کی نظر میں اچھا کر کے دکھاتا ہے''۔

سرزنش کا حق:

شوہر اپنی نافرمان بیوی کو سزا دے سکتا ہے۔ جب وہ اس کو سمجھا کر مایوس ہو چکا ہو اور نرم گفتاری اور نصیحت وتنبیہ بے سود ثابت ہو چکی ہو۔اس لیے کہ اللہ رب العزت نے نافرمانی کرنے پر مارنے اور بستر علاحدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔اس کے بعد وہ نافرمانی سے باز آجائے تو سرزنش وتادیب سے شوہر کا رُک جانا واجب ہے۔

شوہر کو سرزنش کا حق اس وقت حاصل ہوگا جب وہ ایسے امور میں فرماں برداری نہ کرے جو اس پر واجب ہے۔علماء نے نشوز کی تشریح یہ کی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی ایسے امور میں نافرمانی کرے جو اس پر واجب ہے۔زوجین میں سے ہر ایک دوسرے سے نفرت کرے۔شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے۔نشوز کی علامتیں فعلی بھی ہیں اور قولی بھی۔

فعل کے ذریعہ نشوز یہ ہے کہ جب شوہر اس کو محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ بلائے تو وہ اعراض کرے اور منہ بسورے۔قول کے ذریعے نشوز یہ ہے کہ سخت جملے سے اس کا جواب دے جبکہ شوہر اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔حضرت مولانا علاّمہ سیّد سلیمان ندویؒ نشوز کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''لغت میں نشوز کے معنی اُٹھ جانے کے ہیں اور عورت کے حق میں اس کے اصطلاحی معنی جو ہیں وہ مفسر ابن جریر طبری کے الفاظ میں حسبِ ذیل ہیں۔

اور اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان عورتوں کی وہ حالت دیکھو جس سے تم کو

(۱) ترمذی ج ۳ ص ۴۷۶

ان کے نشوز کا ڈر ہو یعنی ادھر دیکھا جدھر ان کو دیکھنا نہیں چاہیے۔وہ آئیں اور نکل جائیں اور تم کو ان کی بابت شک ہو جائے''۔

محمد بن کعب القرظی سے منقول ہے کہ جب مرد دیکھے کہ عورت (گھر) سے باہر آنے جانے میں اس کے حقوق میں قصور کر رہی ہے تو اس سے زبان سے کہے کہ میں نے تجھ سے یہ حرکت دیکھی، یہ دیکھی۔تو اب باز آجا۔''

فقہ کی کتابوں میں ہے:''الناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه''(عالمگیری)''نشوز والی عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکل جائے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد نہ ہونے دے''۔

غرض یہ کہ ناشزہ عورت وہ ہے جس میں بداخلاقی کی بعض مشتبہ علامتیں پائی جائیں۔کچھ مفسرین نے اس کو اور وسعت دی ہے اور بتایا ہے کہ ناشزہ عورت وہ ہے جو اپنے شوہر پر بلندی چاہے، اس کا حکم نہ مانے، اس سے بے رُخی کرے اور اس سے بغض رکھے۔

میرے خیال میں یہ دونوں تفسیریں درست ہیں اور درحقیقت پوری آیت پڑھنے سے نشوز کے معنی آپ کھل جاتے ہیں۔آیتِ مذکور پوری یہ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا''(۱)

''مرد عورتوں کے نگراں ہیں اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں سو جو عورتیں نیک ہیں، اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جس کے نشوز کا تم کو ڈر ہو تو ان کو سمجھاؤ اور ان کو خوابگاہ میں علاحدہ کر دو اور ان کو مارو۔تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو پھر ان پر راستہ تلاش نہ کرو''۔

(۱) سورہ نساء آیت ۳۴

اس آیت میں مرد کی ترجیح کی جو دو باتیں بیان کی ہیں ان کے نتیجہ میں یہ فرمایا ہے کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کی فرماں بردار ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے ان کے گھر بار اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ اس کے بعد ہے کہ اب جس عورت سے تمہیں نشوز کا ڈر ہو تو اس کو پہلے سمجھاؤ، نہ مانے تو خلوت میں اس سے کنارہ کر و یا اس سے بات کرنا چھوڑ دو۔ اس پر بھی نہ مانے تو اس کو ذرا مارو۔ اب بھی اگر کہا مان لے تو پھر اس کو ستانے یا طلاق وغیرہ دینے کے لیے حیلہ اور بہانہ مت ڈھونڈو۔

اب جب اوپر میں بتا چکا کہ مردوں کو عورتوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کا حق حاصل ہے پھر یہ بھی کہا جا چکا کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو شوہروں کی فرماں بردار ہیں اور شوہروں کے پیچھے ان کے گھر بار، مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں اور اس کے بعد یہ ہے کہ اگر تمہیں عورت کے نشوز کا ڈر ہو تو یہ یہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا نشوز یہ ہے کہ اس کے جو دو فرض پہلے بتائے گئے ہیں یعنی شوہر کی فرماں برداری اور شوہر کے پیچھے اس کے گھر بار اور عزت و آبرو کی حفاظت جو عورت ان دونوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک فرض کو بھی ادا نہیں کرتی وہی ناشزہ ہے اور ایسی ہی عورت کی تنبیہ کی اجازت دی گئی ہے۔

''شوہر کی عزت و آبرو کی حفاظت'' کے الفاظ سے جس طرف اشارہ ہے، اس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ ''آپ ؐ نے فرمایا سب سے بہتر عورت وہ ہے کہ جب مرد اس کو دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب کوئی حکم دے تو وہ مان لے اور جب شوہر گھر پر موجود نہ ہو تو وہ اپنی جان اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ اپنی جان کی حفاظت سے مقصود عفت و عصمت ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورتوں کے حقوق کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فقرے ہیں ان میں نشوز کے اس معنی کی پوری تصریح ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

''واتقوا الله فى النساء فانهن عندكم عوان ولكم عليهن ان لا يوطين فرشكم احد تكرهونه فان فعلن فاضربوهن ضربا غير مبرح'' (مسلم)

''عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کو کسی سے نہ رندوائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو''۔

الغرض آخری درجہ پر عورت کی تنبیہ کی یہ اجازت خاص حالات میں ہے اور شرع کی تصریح یہ ہے کہ یہ ضرب غیر مبرح یعنی ایسی مار ہو جس سے عورت کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے بلکہ یہاں تک تصریح ہے کہ اس سے مقصود مسواک وغیرہ سے مارنا ہے۔ جس سے تنبیہ کے سوا کوئی چوٹ نہیں آسکتی ورنہ عورتوں کو عام طور سے یوں مارنا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا جس کی اسلام نے اصلاح کی ہے۔

ایاس بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حکم دیا کہ خدا کی بندیوں (اپنی بیویوں) کو مارا نہ کرو' تو حضرتِ عمرؓ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ بیویاں اپنے شوہروں پر دلیر ہو گئیں تو آپ نے مارنے کی رخصت عطا کی، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی عورتیں اہل بیت نبوی کے سامنے اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آئیں۔ یہ دیکھ کر آپ ؐ نے فرمایا آلِ محمدؐ کے گرد بہت سی عورتیں چکر کاٹتی رہیں جو اپنے اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آئی تھیں۔ یہ (یعنی بیویوں سے ایسی بدسلوکی کرنے والے) تم میں سے اچھے لوگ نہیں۔

ایک صحابیہؓ نے اپنے نکاح کے متعلق آپ ؐ سے مشورہ لیا اور ایک شخص کے پیغام کا ذکر کیا۔ آپ ؐ نے فرمایا وہ اپنا ڈنڈا اپنے کندھے سے نیچے نہیں اُتارتا یعنی وہ مار پیٹ کیا کرتا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر خفا ہوتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ؐ نے اس کے فعل کو ناپسند فرمایا۔ ایک صحابی نے آکر شکایت کی یا رسول

اللہ میری بیوی بدزبان ہے۔فرمایا طلاق دیدو،عرض کی اس سے میری اولاد ہے اور مدت سے میرے ساتھ ہے۔فرمایا تو اس کو سمجھایا کرو اس میں صلاحیت ہوگی تو قبول کرے گی لیکن اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارا نہ کرو۔ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارا کرے۔یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ ایک وقت کوڑے مارے اور دوسرے وقت اس سے ہمبستر ہو۔(۱)

بیوی کے لیے دستورِ حیات

زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق وفرائض اس لیے عائد کیے گئے ہیں تاکہ گھر کے ہر فرد کو سکون واطمینان اور ترقی وکامیابی حاصل ہوجائے اور خاندان ومعاشرہ صلاح وفلاح سے ہمکنار ہوسکے۔خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تعلیم وتربیت میں میاں بیوی کا باہمی تعاون بیحد ضروری ہے۔اس سلسلے میں شیخ مظہر الحموی لبنانی نے بیویوں کو کامیاب زندگی گزارنے اور اپنے اعمال وکردار کی وجہ سے اپنے گھر کو جنت بنانے کے لیے چند ہدایات ونصائح کا پابند بنایا ہے۔اگر خواتین ان ہدایات پر عمل کریں تو ہر گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

☆ بیوی کی حیثیت سے آپ اپنے گھر میں خوش بودار پھول کی مانند ہیں، چنانچہ آپ کا شوہر جب گھر میں داخل ہوتو اسے اپنی اس خوشبو کا احساس دلائیے۔

☆ اپنے ہر قول وفعل سے شوہر کو راحت کا سامان مہیا کیجئے۔

☆ اپنی گفتار کو سراپا سادہ اور قلب وجاں کا نمونہ بنائیے، طنز وطعن اور بحث وتکرار سے مکمل اجتناب کیجئے۔

☆ مرد کے گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے اس کے حقیقی مفہوم کے ساتھ تسلیم کیجئے اور اس امر کا ادراک کہ ایک عورت کو مرد کی سربراہی اور نگرانی کی کتنی شدید ضرورت ہوتی ہے، یہ منفی خیال ہرگز اپنے دل میں پلنے نہ دیجئے کہ یہ عورت کے ساتھ ظلم وناانصافی اور اس کے حقوق کی پامالی ہے۔

☆ اپنی آواز شوہر کے سامنے تیز نہ کیجئے۔

☆ کوشش کیجئے کہ آپ دونوں رات میں تہجد کی نماز ایک ساتھ ادا کریں، اس طرح آپ دونوں کے

(۱) سیرۃ النبی ج۶ ص ۲۶۵ تا ۲۷۰

لیے نورانیت، سعادت، سکون، اطمینان اور الفت ومحبت میں زبردست اضافہ ہوگا۔

☆ شوہر کی ناراضی کے وقت آپ بالکل خاموشی اختیار کر لیجئے، اس کو راضی کیے بغیر نہ سوئیں، یاد رکھیے، آپ کا شوہر آپ کی جنت ہے یا جہنم۔

☆ جب وہ باہر جانے کی تیاری کر رہا ہو تو اُس کے سامنے موجود رہیے اور روانہ ہوتے ہوئے اسے رخصت کیجئے۔

☆ اس کو اس کے کپڑوں کے انتخاب میں اپنی دلچسپی کا احساس دلائیے اور خود اس کے لیے لباس کا انتخاب کیجئے۔

☆ اس کی ضرورت کی چیزوں کی فراہمی میں باریک بینی اور سمجھ داری کا ثبوت دیجئے، تاکہ آپ دونوں کے درمیان بہترین تعلقات پروان چڑھیں۔

☆ اپنے شوہر کی جانب سے معذرت کا انتظار نہ کیجئے اور نہ اس کو کسی معاملے میں معذرت کرنے پر مجبور کریں، سوائے اس کے کہ وہ خود کسی غلطی پر عملی طور پر معذرت خواہانہ طرز اختیار کرلے۔

☆ شوہر کے لباس اور اُس کی وضع قطع کا خاص خیال رکھیے، اگرچہ وہ خود اس معاملے میں اہتمام نہ کرتا ہو۔

☆ ہمیشہ اپنے شوہر کی طرف سے اظہارِ محبت اور اظہارِ رغبت میں پہلے کرنے کی منتظر نہ رہیے، بلکہ خود اس میں پہل کا اہتمام کیجئے۔

☆ ہر رات میں اس کے لیے دلہن بن کر رہیے اور شدید ضرورت کے بغیر شوہر سے پہلے نہ سوئیے۔

☆ اپنے حُسن معاملہ کا بدلہ فوراً چاہیں، کیونکہ بہت سارے شوہر اپنے احساسات اور جذبات کو ظاہر نہیں کرتے یا ظاہر کر ہی نہیں پاتے۔

☆ شوہر کے احوال میں دلچسپی کے ساتھ مشغول رہیے، لیکن تکلف اور مصنوعی پن سے گریز کیجئے۔

☆ جب وہ سفر سے واپس آئے تو محبت سے بھرپور بشاشت اور دلی گرم جوشی کا مظاہرہ کیجئے۔

☆ ہمیشہ اس کا دھیان رکھیے کہ شوہر، اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور تعلق کا اہم وسیلہ ہے۔

☆ ہمیشہ اس کی کوشش کیجئے کہ ظاہری وضع قطع میں، گفتار اور شوہر کے استقبال میں جدّت اور تازگی برقرار رہے۔

☆ جب وہ آپ سے کچھ طلب کرے تو اس موقع پر سُستی اور بوجھل انداز اختیار کرنے کے بہ جائے چستی اور دلچسپی کا مظاہرہ کیجئے۔

☆ گھر کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ کا خاص خیال کرتے ہوئے شوہر کو اپنے انداز سے اپنے اس جذبے کا احساس کرائیے کہ یہ سب کچھ وہ اسے خوش کرنے کے لیے کر رہی ہے۔

☆ گھر کے کام کاج اور رکھ رکھاؤ میں نظم اور پابندی وقت کا خاص خیال رکھیے۔

☆ عورتوں سے متعلق بعض گھریلو مہارت کے کام ضرور سیکھیے۔

☆ جب آپ کا شوہر گھر میں کوئی کھانے پینے کا سامان یا دیگر کوئی چیز لائے تو شکریہ ادا کیجیے اور تعریف وستائش سے اس کا استقبال کیجیے۔

☆ گھر کی خوب صورتی اور ترتیب وانتظام کی خوب کوشش کیجیے، اگر چہ آپ کا شوہر آپ سے خوبصورتی اور سادگی کو جمع کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو، مگر آپ خود اس امر کا لحاظ رکھیے۔

☆ اسراف اور بے جا خرچ سے بچتے ہوئے قناعت کا دامن تھامے رہیے، تاکہ آمدنی اور اخراجات کا توازن برقرار رہے۔

☆ اپنے اور اولاد سے متعلق ضروری معاملات میں ہمیشہ اپنے آپ کو شوہر کی رائے اور اس کے مشوروں کا حاجت مند سمجھیں، لیکن چھوٹے چھوٹے غیر ضروری مسائل کو اس کے سامنے پیش کرنے سے بھی گریز کیجیے۔

☆ ہمیشہ دھیان رکھیے کہ آپ عورت ہیں، لہٰذا اپنی نسوانیت کی پاس داری بھی کرتی رہیے اور مناسب وقت میں بہتر طور پر خود کو بھی اپنی نسوانیت کا احساس دلاتی رہیے۔

☆ جب شوہر کسی سفر سے طویل مدت کے بعد لوٹے تو اس کی غیر موجودگی میں پیش آنے والی مشکلات اور مشقتوں کو شکوے اور ناراضگی کے انداز میں پیش نہ کیجیے۔

☆ اپنے بچوں کو بھی ان کی عمر کے لحاظ سے اپنے والد کے گھر لوٹنے کے وقت استقبال کرنے کے آداب سکھائیے۔

☆ شوہر کے گھر لوٹتے ہی یا سو کر اٹھنے کے وقت یا کھانا کھاتے وقت اپنے بچوں کی شکایتیں اس کے سامنے پیش نہ کیجیے، اس طرح کرنے سے شوہر اور بچوں دونوں پر مضر اثرات مرتب ہوں گے، بلکہ یہ شکایت دوسرے مناسب موقع پر کیجیے۔

☆ بچوں کی سرزنش کرتے ہوئے یا انہیں تنبیہ کے طور پر سزا دیتے ہوئے شوہر کے ساتھ دخل اندازی نہ کیجیے۔

☆ اپنے شوہر اور بچوں کے درمیان بہترین خوشگوار تعلقات استوار کرنے کی کوشش کیجیے، خواہ آپ کے شوہر کتنے ہی مصروف ہوں، مگر یہ کوشش ایسی حکمت عملی کے ساتھ ہونی چاہیے کہ ان کے کاموں سے

دور گیا ہو تو انہیں اس کا احساس دلائیے کہ آپ ان کی غیر موجودگی میں بچوں کے ذمے داری کا بوجھ اٹھائیں گی اور شوہر کی مشاورت کے ساتھ سارے کام انجام دیں گی۔

☆ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے اپنائے گئے اصولوں اور طریقوں کے نتائج کا فوری انتظار نہ کیجیے، ورنہ شوہر کے مایوس ہو جانے یا تربیت سے غافل ہو جانے کا امکان ہے۔

☆ اپنی اولاد کی غلطیوں پر صرف تنبیہ کر دینا کافی نہیں، بلکہ انہیں مناسب سزا بھی دیجیے۔

☆ بچوں کی فراغت کے اوقات میں اور خاص کر چھٹیوں میں ان کے لیے کسی صحت مند اور مفید مشغلے کا انتخاب کیجیے، تاکہ ان کی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

☆ اپنی بیٹیوں کی دوست بن کر رہیے اور ان کے معاملے میں فطری وطبعی تبدیلیوں کا احساس وادراک کیجیے کہ جن سے نوجوان لڑکیوں کو مرحلہ وار گزرنا پڑتا ہے۔

☆ تربیت کے عملی نمونے اختیار کر کے اپنی بچیوں کی شخصی تربیت کرتے ہوئے اس میں نکھار پیدا کرنے کی کوشش کیجیے۔

☆ شوہر کی دل بستگی اور اس کے ساتھ بہترین توجہ کا معاملہ کرتے ہوئے اولاد کی خبر گیری اور گھر کے کام کا ایسا نظم بنائیے کہ ان تینوں ذمے داریوں کی ادائیگی میں توازن برقرار رہے۔

☆ شوہر کے والدین کے ساتھ اپنے والدین جیسی محبت واحترام اور خدمت کا خیال رکھیے، انہوں نے آپ کو ایک بہترین اور بیش قیمت ہدیہ آپ کے شوہر کی صورت میں عطا کیا ہے۔

☆ شوہر کے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک اور دوطرفہ تعلقات کا خاص اہتمام کیجیے۔ خواہ آپ کے شوہر خود سے اس کا زیادہ اہتمام نہ کرتے ہوں۔

☆ شوہر کے مہمانوں کی خاطر مدارات کا بھی خیال رکھیے اور اچانک مہمان آجانے یا مہمانوں کی کثرتِ آمد ورفت سے ناراضگی اور چڑچڑے پن کا مظاہرہ نہ کیجیے۔

☆ شوہر کے ضروری کاغذات، فائلیں اور اہم سامان کی خاص حفاظت کیجیے اور اسے سنبھال کر رکھیے۔

☆ گھر کو ہر وقت اس انداز سے رکھیے کہ کسی بھی وقت کوئی مہمان آجائے تو خفت اور شرمندگی محسوس نہ ہو اور شوہر کی کتابیں، فائلیں، اور روزمرہ استعمال کی چیزوں کو قرینے اور ترتیب سے رکھیے۔

☆ دیر سے گھر آنے پر باز پُرس اور ناراضگی کا طریقہ اپنانے کے بجائے شوہر کو اپنے شوق ورغبت کے ساتھ انتظار کا احساس دلاتے ہوئے اسے گھر کا بوجھ اٹھانے پر ستائشی کلمات سے بھی نوازیے۔

☆ شوہر کو کسی بات سے تنگ ہو کر غصہ کا اظہار کا موقع نہ دیجیے، بلکہ اشارے اور اندازے سے بھی فوراً

ان کی مرضی کو بھانپ لینا چاہیے۔

☆ اپنے شوہر سے زیادہ شکوے شکایت کرنے سے باز رہیے۔

☆ شوہر کو ہمیشہ اس بات کا احساس دلاتی رہیے کہ ان کے کام سب سے اولین ترجیح کے لائق ہیں، چاہے آپ کو دوسری مصروفیات کتنی ہی درپیش ہوں۔

☆ یاد رکھیے، شوہر کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے درمیان ہونے والے امور اور معاملات سے واقف اور باخبر رہے۔

☆ آپ شوہر کو اس بات کا احساس دلائیے کہ آپ کو اپنے شوہر پر توجہ اور پیار ہے، کامیاب بیوی وہی ہوتی ہے جس کی محبت اور تعلق کا شوہر کو ادراک ہو۔

☆ کام کاج کی کثرت اور گھریلو امور میں مشغولیت آپ کی طبیعت پر منفی اثرات مرتب نہ کرنے پائیں۔

☆ اپنے گھر کی باتوں کو ادھر اُدھر نہ پھیلائیے، اپنے گھر کے رازوں کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا کیجئے۔

☆ دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے شوہر کا کبھی موازنہ نہ کیجئے، بلکہ اپنے شوہر کی خوبیوں کو دیکھا کیجئے۔

☆ عورتوں میں اصلاح کا کام کرنے کے لیے مشورے کے طریقے کو موٴثر بنانے کی کوشش کیجئے، تا کہ آپ سہولت اور حکمت عملی کے ساتھ وقت ضائع کیے بغیر مطلوبہ ہدف حاصل کرسکیں۔

☆ وہ مادی معیاری زندگی جو عام طور پر عورتوں کو اپنے میں منہمک رکھتا ہے، آپ اس مادی معیار سے بخوبی واقف رہئے تا کہ دوسری خواتین کو مناسب اور نرم گفتگو کے ذریعہ اس مادیت سے نکال سکیں۔

☆ اپنی بہنوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے ان کے دل جیتنے کی کوشش کیجئے، پھر وہ عقل وشعور کے ساتھ آپ کی تابعدار ہوجائیں گی۔ یہی طریقۂ کار خواتین کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔

☆ اپنے کاموں میں اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کیجئے جو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے کاموں کا بوجھ اٹھاسکیں، اس طرزِ عمل سے آپ کی ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھنے نہیں پائے گا۔ بلکہ اس میں توازن قائم رہے گا۔(۱)

بیوی کا شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنا مستحسن ہے:

عورت کا اپنے شوہر کے لیے سرمہ، خضاب، خوشبو اور دیگر زینت کے سامان سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا مستحسن ہے۔ نیل الاوطار میں ہے:

(۱) ماہنامہ الفاروق، کراچی

’’عن کریمة بنت همام قالت : دخلتُ المسجدَ فأخلوه لعائشة فسالتُها امراةٌ ما تقولين يا ام المؤمنين فى الحناء؟ فقالت : كان حبيبى صلى الله عليه وسلم يعجبه لونه و يكره ريحه وليس بمحرَّم عليكن بين كل حيضتين أو عند كل حيضة‘‘(۱)

’’حضرت کریمہ بنت ہمام سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوئی تو حضرتِ عائشہ کے لیے لوگوں نے مسجد کو خالی کردیا۔ ایک عورت نے ان سے پوچھا اے ام المومنین مہندی کے سلسلے میں آپ کیا کہتی ہیں تو انہوں نے فرمایا: میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس (مہندی) کے رنگ کو پسند فرماتے تھے اور اس کی بو کو ناپسند فرماتے تھے۔ دو حیض کے درمیان یا ہر حیض کے وقت تم پر حرام نہیں ہے‘‘۔

خاندان کا سربراہ مرد ہے:

خاندان میں مرد سربراہ، محافظ اور نگراں ہے، کیونکہ اللہ نے اس کے اندر ایسی خوبیاں رکھ دی ہیں جن کی وجہ سے وہ عورت کے مقابلہ میں سربراہی کے کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کی استطاعت رکھتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام نے عورت کو محکوم و باندی بنادیا۔ بلکہ وہ اپنے دائرہ میں خود مختار وملکہ ہے۔ لیکن مرد کو عورت پر ایک گونہ فضیلت اس لیے دی گئی ہے تا کہ خاندان انتشار اور بدنظمی کا شکار نہ ہو۔ سربراہ پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے کچھ حدود وقواعد متعین کردیے ہیں جن پر عمل کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

خاندان میں مرد کو قوام کیوں نامزد کیا گیا ہے، اس کے بارے میں خالقِ کائنات خود فرماتا ہے:

أَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا

(۱) نیل الاوطار لمحمد الشوکانی ج ۶ ص ۲۱۸ باب ما یکرہ من تزین النساء بہ وما لا یکرہ

أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ. (۱)

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں''۔

محمد قطب اپنی مشہور کتاب ''شبہات حول الاسلام'' میں مرد کی سربراہی کی حکمت وعلت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''..... جہاں تک دوسرے مسئلے یعنی خاندان کی سربراہی کا تعلق ہے تو اس کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے صرف وہی فرد عہدہ برآ ہوسکتا ہے جس میں انتظامی صلاحیت ہو اور جو خاندان کے معاملات کی نگرانی اور انتظام کرسکتا ہو اور خاندان ایک مرد، عورت اور بچوں کے اشتراک اور اس سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کا نام ہے۔ دوسرے معاشرتی اداروں کی مانند خاندان کو بھی ایک ذمہ دار سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی عدم موجودگی میں عائلی زندگی انتشار اور بالآخر تباہی کا شکار ہوسکتی ہے۔ خاندان کی سربراہی کے سلسلے میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ مرد خاندان کا حاکم ہو۔ دوسرے یہ کہ عورت اس کی سربراہی کرے اور تیسرے یہ کہ مرد اور عورت دونوں بیک وقت خاندان کی سربراہی کے منصب پر فائز ہوں۔

تیسری صورت تو ظاہر ہے کہ خارج از بحث ہے۔ کیونکہ ہمارا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ جہاں دو سربراہ ہوں وہاں سرے سے کوئی سربراہ نہ ہونے کی حالت سے بھی زیادہ انتشار اور مصائب جنم لیتے ہیں۔ زمین وآسمانوں کی تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (۲)

''زمین یا آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا تو زمین آسمان دونوں درہم برہم ہوجاتے''۔

(۱) سورہ نساء آیت ۳۴ (۲) سورہ انبیاء آیت ۲۱

إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلىٰ بَعْضٍ. (۱)

''تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا''۔

اگر ان خیالی خداؤں کا یہ حال ہے تو تصور کیجئے کہ ان انسانوں کا کیا حال ہوگا جو اس قدر ظالم اور بے انصاف واقع ہوئے ہیں۔

اس طرح ہمارے سامنے صرف دو صورتیں باقی رہ جاتی ہیں، جن پر بحث کرنے سے پہلے ہم قارئین کے سامنے ایک سوال رکھتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے خاندان کی سربراہی کے لیے عورت اور مرد میں سے کون زیادہ موزوں ہے؟ کیا عقلی صلاحیتوں سے مسلح مرد، اس کی ذمہ داریوں سے بہتر طور پر عہدہ برآ ہوسکتا ہے یا وہ عورت جس کا امتیازی وصف ہی اس کی جذباتیت ہے۔ جوں ہی ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں کہ اپنی ذہنی صلاحیتوں اور مضبوط جسم کی بدولت مرد اس قابل ہے کہ خاندان کا حاکم بنے یا عورت جو اپنی فطرت کے لحاظ سے سخت جذباتی اور انفعال پذیر واقع ہوئی ہے اور اقدام کی مردانہ صفات سے عاری ہے تو مسئلہ خود بخود طے ہوجاتا ہے۔ خود عورت بھی کسی ایسے مرد کو پسند نہیں کرتی جو کمزور ہو اور وہ اس کو بآسانی دبالے۔ ایسے مرد سے وہ نفرت کرتی ہے اور کبھی اس پر اعتماد نہیں کرتی۔ عورت کا یہ طرزِ عمل اس ذہنی رویّے کے بچے کھچے اثرات کا نتیجہ ہوسکتا ہے جو گزشتہ کئی سو سال کی تربیت اور وراثت کے طور پر اس کو ملا ہے۔ مگر بہر حال یہ واقعہ ہے کہ عورت آج بھی اسی مرد میں کشش پاتی ہے جو جسمانی لحاظ سے تندرست، توانا اور مضبوط ہو۔ یہ حقیقت امریکی خواتین کی زندگیوں میں پوری طرح جلوہ گر ملتی ہے۔ امریکی عورت کو مرد کے ساتھ برابر کے حقوق حاصل ہیں اور اس کی آزاد حیثیت کو بھی وہاں تسلیم کیا جاچکا ہے مگر اس کے باوجود مرد سے مغلوب ہوکر اسے خوشی ہوتی ہے۔ وہ ایسے مرد سے محبت کرتی ہے اور ہر طرح سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرتی ہے، وہ مرد کے مضبوط جسم اور کشادہ

(۱) المؤمنون آیت ۹۱

سینے کو دیکھ کر متاثر ہوتی ہے اور جب جسمانی قوت کے معاملے میں اسے اپنے سے کہیں زیادہ مضبوط اور قوی پاتی ہے تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتی ہے۔

عورت کو خاندان کی سرداری کا شوق صرف اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک کہ اولاد نہیں ہو جاتی اور اس کو اس کی تعلیم یا تربیت کی کوئی فکر دامن گیر نہیں ہوتی، بچوں کی موجودگی میں ان اضافی فرائض کے لیے اس کے پاس وقت ہی نہیں بچتا۔ کیونکہ ماں کی حیثیت سے اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں وہ کچھ کم مشکل اور دقت طلب نہیں ہوتے۔

اس کا یہ مطلب بہرحال نہیں ہے کہ گھر میں عورت مرد کی غلام اور وہ اس کا جابر آقا بن کر رہے کیونکہ گھر کی سربراہی چند ایسے فرائض اور ذمہ داری کا نام ہے جنہیں صرف اسی صورت میں پورا کیا جا سکتا ہے جب کہ خاوند اور بیوی کے درمیان محبت اور تعاون کی فضا قائم ہو۔ گھریلو زندگی کی کامیابی کے لیے باہمی افہام و تفہیم اور مستقل ہمدردی ناگزیر ضروریات ہیں۔ اسلام باہمی کشمکش اور مسابقت کے بجائے مرد اور عورت کے درمیان محبت، افہام و تفہیم اور مستقل ہمدردی کو عائلی زندگی کی اساس بنانا چاہتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

''وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (سورہ نساء:۱۹)

''اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو''۔

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''خیرکم خیرکم لأهله'' (ترمذی) ''یعنی تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے''۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے اخلاق کو ماپنے کے لیے جو پیمانہ مقرر کیا ہے وہ اپنی بیوی کے ساتھ اس کا سلوک ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت ہی صحیح پیمانہ ہے کیونکہ کوئی آدمی اس وقت تک اپنی بیوی سے بدسلوکی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ روحانی طور پر مریض نہ ہو اور اس میں نیکی کی کوئی حس ہی باقی نہ رہی

ہو یا وہ کسی ذہنی الجھن کا شکار نہ ہو''۔(۱)

مرد کی سربراہی میں عورت گھریلو کام، بچوں کی پرورش و نگہداشت اور تعلیم و تربیت جیسے امور کو انجام دے۔ گھر سے باہر کے کام مثلاً روزی کمانے اور ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ اس لیے عورت کو بلاضرورت اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالنا چاہیے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا:

''ان المرأة اذا خرجت من بيتها وزوجها كاره لعنها كل ملك في السماء و كل شيء مرت عليه الجن والانس حتى ترجع رواه الطبراني''(۲)

''جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلتی ہے تو آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ انسان اور جن کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے اس وقت تک پھٹکار بھیجتی ہے جب تک کہ وہ واپس نہ آ جائے''۔

اگر سربراہ نیک کام کا حکم دے تو خاندان کے افراد کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے، ورنہ اس کی اطاعت کسی پر لازم نہیں ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا طاعة لمن لم يطع الله'' ''اس شخص کی فرماں برداری نہیں کی جائے گی جو اللہ کی فرماں برداری نہ کرے''۔

''ولا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف''(۳)

''اللہ کی نافرمانی میں اطاعت واجب نہیں، فرماں برداری صرف نیک کام میں ہے''۔

''لاطاعة لمخلوق في معصية الله عز وجل''(۴)

''اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں ہے''۔

جب مرد کو ایک گونہ عورت پر فضیلت حاصل ہے تو عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتے ہوئے گھر میں سکون و استحکام قائم رکھے اور نیک

(۱) شبہات حول الاسلام ترجمہ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ص۱۹۶۔۱۹۹
(۲) الترغیب والترہیب ج۳ ص۵۹ (۳) مسند احمد بن حنبل ج۱ ص۹۴ (۴) ایضاً ص۱۳۱

کام میں اس کی معاونت کرے، یہ نیک عورتوں کی علامت ہے۔

اسی طرح اولاد کو بھی اپنے والدین کے حکم کو بجالانے کی تاکید کی گئی ہے۔

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَاناً، اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً﴾(۱)

”اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا“۔

زوجین کی آپسی محبت و ہمدردی اور فرماں برداری و معاونت کی وجہ سے گھر کا سکون و استحکام قائم ہے اگر کوئی اس سکون کو درہم برہم کرے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من خبب خادماً علی أهلها فليس منا ومن أفسد امرأة علی زوجها فليس هو منا“(۲)

”جس نے خادم کو اس کے آقا کے خلاف اُکسایا وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بدگمانی پیدا کردی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں“۔

ایک دوسری روایت ہے۔

(۱) سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳

(۲) مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۹۷

”عن أبي هريرةؓ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا تسأل المرأةُ طلاق أختها لتستفرغ صحفتها وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّ لها ماقُدِّرَ لها“(۱)

”حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنی کسی (دینی) بہن کے بارے میں یہ نہ کہے کہ اس کو طلاق دیدو، اس عورت کو طلاق دلوانے کا مقصد یہ ہو کہ وہ اس کے پیالہ کو خالی کردے، یعنی اس کو طلاق دلوا کر اس کے سارے حقوق خود سمیٹ لے اور اس کے خاوند سے خود نکاح کرلے کیونکہ اس کے لیے وہی ہے جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے“۔

سربراہِ خاندان کا اہم ترین فرض:

سربراہِ خاندان کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی دینی و دنیاوی فلاح وکامیابی کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ کامل توجہ، دلسوزی ولگن اور محبت وشفقت کے ساتھ ان کی اصلاح وتربیت کرے۔ کبھی نرمی سے تو کبھی سختی سے اصلاح وتربیت کے عمل کو جاری رکھے اور اس بات کی ہر وقت فکر کرے کہ اس سے وابستہ تمام افراد آخرت میں کامیاب ہوجائیں اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّايَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآاَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَايُؤْمَرُوْنَ(۲)

”اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں۔ جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں“۔

(۱) بخاری ج ۴، ص ۱۴۴، باب و کان أمر الله قدراً مقدوراً (۲) سورہ تحریم: ۶

سر براہ خاندان کا اپنے ماتحت کی جائز حدود میں دنیاوی ترقی و کامیابی کے لیے فکر و کوشش کرنا جائز ہے۔ وہ ان کی ہمہ جہت ترقی کے لیے اپنی پوری صلاحیت و طاقت خرچ کرے اور ان کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کا بہترین نظم کرے اور ان کی جملہ ضروریات مہیا کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت''(۱)

''آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کے حقوق کو ضائع کردے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے''۔

تعددِ ازدواج

اسلام نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھے۔ اگر مرد دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کرلے تو عورتوں کو آپس میں محبت و تعلق اور کشادہ قلبی کے ساتھ رہنا چاہیے۔

ہم پر یہ اعتراض ہے کہ اس خاندان میں سکون واطمینان کیسے باقی رہ سکتا ہے جس میں تعددِ ازدواج کی اجازت ہے، کیونکہ سوکنوں کا آپسی حسد، کینہ اور غیبت و بدگمانی تو خاندان کے لیے سمِ قاتل ہے۔ یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔ اس لیے اسلام نے تعددِ ازدواج کی اجازت کئی اہم مصلحتوں کی بنا پر دی ہے۔ یہاں ان حکمتوں اور مصلحتوں کے بیان کرنے کا موقع نہیں البتہ ان میں سے چند کو ذکر کیا جارہا ہے۔

۱۔ اسلام سارے انسانوں کے لیے آیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی، اسی قدر قائد، داعی اور ماہرِ علم وفن کی کثرت ہوگی، اسی قدر پیغامِ رسالت کی تبلیغ میں آسانی ہوگی۔

(۱) ابوداؤد ج۲، ص۱۳۶ حدیث نمبر۱۶۹۲ باب فی صلۃ الرحم

۲۔ بیواؤں اور یتیم بچوں کی کفالت اور ان کی عفت وعصمت کی حفاظت کا بہترین راستہ تعددِ ازواج ہے۔

۳۔ بعض خطوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور مردوں کی شرح پیدائش کم ہوتی ہے، ایسے علاقوں کے باشندوں کے لیے اسلام میں اس کا بہترین حل موجود ہے۔

۴۔ بیوی کے مطیع وفرماں بردار ہونے کے باوجود اس پر ایسے ایام گزرتے ہیں جن میں وہ وظیفۂ زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہے، مثلاً بیماری، حیض اور نفاس۔ اس مدت میں ایسے مردوں کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا شدید خطرہ رہتا ہے جو جنسی خواہش پر کنٹرول نہیں کرپاتے ہیں۔ ایسی حالت میں دوہی راستے رہ جاتے ہیں یا تو دوسری شادی کی اجازت دی جائے یا اس کو زنا کی کھلی چھوٹ دی جائے کہ وہ دوسروں کی بیویوں کے ساتھ منہ کالا کرتا پھرے۔ اسلام نے زنا کو حرام اور دوسری شادی کو حلال قرار دیا۔ بھلا بتائیے یہ انسانیت کے ساتھ انصاف ہے یا ظلم؟

۵۔ بیوی بانجھ ہے۔ ساری تدابیر کے باوجود اولاد نہیں ہورہی ہے۔ شوہر کی تمنا وآرزو ہے کہ اولاد اس کے دل کا سکون، آنکھوں کی ٹھنڈک اور بڑھاپے کا سہارا ہو یا وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس سے شفا کی امید معدوم ہوچکی ہے، گھر کا نظام درہم برہم ہے۔ ایسی حالت میں مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہ دینا ظلم ہے اور یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو مختلف بہانوں سے ہلاک کردے یا طلاق دے کر جدا کردے۔ ان حالات میں اسلام نے پہلی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور پیار کا معاملہ کرتے ہوئے دوسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے، شوہر کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے حقوق کو ادا کرتا رہے اور مساوات وعدل کا دامن نہ چھوڑے۔

۶۔ بعض مرد کو ایک عورت سے جنسی خواہش پوری نہیں ہوتی، اس کے اندر جنسی پیاس اور تشنگی باقی رہتی ہے، اگر اس کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی

جائے تو گناہ میں ملوث ہو جانے کا اندیشہ وخطرہ ہے۔

۷۔ نسلِ انسانی کی افزائش کے لیے ضروری ہے کہ چار شادیوں کی اجازت دی جائے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم'' یعنی تم زیادہ بچہ جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو تا کہ میں تمہاری وجہ سے اور امتوں پر فخر کروں۔

امام ابوزہرہ اپنی کتاب میں تعددِ ازدواج کی حکمت ومصلحت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''.....اگر رشتۂ ازدواج کی اس باضابطہ صورت کو ممنوع قرار دے دیا جائے تو بے ضابطہ شادیوں کی بھرمار ہو جائے گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ عورتوں اور بچوں دونوں کے حقوق ضائع ہوں گے۔اس لیے کہ بسا اوقات مردوں کی طرف سے پیش کش نہ ہونے کی وجہ سے عورت خود شادی شدہ مرد سے رشتۂ ازدواج قائم کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے۔اب اگر اس کو شادی کی اجازت نہ ملے تو یا تو وہ غلط راستے پر جا پڑے گی، ورنہ اس کی نسوانیت مردہ پڑ جائے گی اور اعصاب میں اختلال رونما ہو جائے گا۔الا یہ کہ وہ غیر معمولی ارادے کی مالک ہو (اور یہ بہت شاذ ونادر ہے) یہ دونوں ہی صورتیں عورت کے لیے شدید نقصان دہ ہیں۔ہر شخص جانتا ہے کہ جن ملکوں میں تعددِ ازدواج (Polygamy) ممنوع ہے وہاں دوست بنانے اور آزاد شہوت رانی کی بیماری بکثرت پھیلی ہوئی ہے۔عورت کے لیے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ ایک شخص کی بیوی ہو، بجائے اس کے کہ بے شمار لوگوں کی دوست ہو''۔

اس موقع پر ہم جوزف لوبون کے الفاظ نقل کرنا چاہیں گے، وہ کہتا ہے:

''تعددِ ازدواج کا اصول صرف اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں، ایرانیوں، یہودیوں اور ان کے علاوہ

دوسری مشرقی اقوام میں یہ چیز رائج تھی۔پس جن قوموں نے اسلام قبول کیا، ان کے لیے یہ کوئی نئی چیز نہ تھی۔تعددِ ازدواج کے اصول کو ممنوع قرار دینا جو اہلِ مشرق کی آب وہوا کی پیداوار ہے اور جوان کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی زندہ مذہب اس کی جرأت کر سکتا ہے۔خود مغرب میں جہاں کی آب وہوا سرد ہے اور جس کی وجہ سے طبائع میں ہیجان انگیزی بہت کم ہے، وہاں بھی ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا اصول صرف قانون کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔اس لیے کہ انسانی طبائع اس کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔شاذ ونادر ہی اس پر کہیں عمل کیا جاتا ہے۔پھر کوئی وجہ نہیں کہ اہلِ مشرق کے یہاں پایا جانے والا قانونی تعددازدواج کا اصول اہلِ یورپ کے یہاں پائے جانے والے خفیہ تعددازدواج کے اصول سے فروتر ہو۔بلکہ ہمارے خیال میں تو وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ مشرق کے لوگ جو ہمارے ملکوں کے دورے پر آتے ہیں جب ان کے سامنے (تعددِ ازدواج پر) احتجاج کی بات آتی ہے تو اس پر وہ حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو بالکل بے التفاتی سے ٹال دیتے ہیں''۔

......چند سال پہلے برطانیہ کے بڑے پادری نے علی الاعلان کہہ دیا کہ معاشرے میں انحطاط (Degeneration) کی لہر جس تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے اس کو روکنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں کہ برطانوی قانون میں تعددِ ازدواج کو جائز قرار دیا جائے۔اس کے مطالبے کی بنیاد یہ تھی کہ انجیل میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں تعددِ ازدواج کو ممنوع قرار دیا گیا ہو۔یہ چیز محض کلیسا کی خودساختہ روایت ہے۔انجیل کے بیانات نیز دیگر آسمانی کتابوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا''(۱)

(۱) انسانی معاشرہ اسلام کے سایہ میں۔ ص۱۲۲۔۱۲۴

اس سلسلے میں ایک فاضلہ خاتون مسز اینی بسنت (Mrs. Annie Besant) کی تحریر پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ لکھتی ہیں۔

”آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو مذہبِ اسلام پر اس لیے تنقید کرتے ہیں کہ یہ محدود تعددِ ازدواج کو جائز قرار دیتا ہے لیکن آپ کو میری وہ تنقید نہیں بتائی جاتی جو میں نے لندن کے ایک ہال میں تقریر کرتے ہوئے کی تھی۔ میں نے سامعین سے کہا تھا کہ یک زوجگی کے ساتھ وسیع پیمانے پر زنان بازاری کی موجودگی نفاق (Hypocrisy) ہے اور محدود تعددِ ازدواج سے زیادہ ذلت آمیز ہے۔قدرتی طور پر اس قسم کے بیانات کا لوگ بُرا مانتے ہیں لیکن اسے بتلانا ضروری ہے کیونکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورتوں کے متعلق اسلام کے قوانین ابھی حالیہ زمانہ تک انگلینڈ میں اپنائے جارہے تھے، یہ سب سے منصفانہ قانون تھا جو دنیا میں پایا جاتا تھا۔ جائیداد، وراثت کے حقوق اور طلاق کے معاملات میں یہ مغرب سے کہیں آگے تھا اور عورتوں کے حقوق کا محافظ تھا۔ یک زوجگی اور تعددِ ازدواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کردیا ہے اور انہیں مغرب میں عورت کی اس ذلت پر نظر ڈالنا چاہیے جسے اس کے اولین محافظ سڑکوں پر صرف اس لیے پھینک دیتے ہیں کہ اس سے ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتا۔(۱)

ایک مسلمان مرد نفقہ ادا کرنے اور عدل کرنے پر قادر ہو اس کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے لیکن عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ ایک مرد کی متعدد بیویوں کے ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے انتشار محسوس کیا جاتا ہے۔ سوکنوں کی آپسی بدگمانی اور رنجشوں کی وجہ سے کبھی شوہر اور اس کے گھر والوں کو الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلامی تربیت اور پاکیزہ ماحول نہ ہونے کی وجہ سے کئی مسائل اور مشکلات سامنے آرہے ہیں لیکن کئی اہم مصلحتوں اور منافع کی خاطر اسلام نے تعدد

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات۔ص۷۴،۷۵

ازدواج کی اجازت دی ہے اور اس سلسلے میں ایک ایسا ضابطہ بنایا ہے جس سے شوہر، متعدد بیویوں اور گھر کے دیگر لوگوں کو محبت والفت اور سکون واطمینان کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ سبھی کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اخروی کامیابی ونجات پر یقین رکھیں اور یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ سارے جہاں کے مالک وخالق کے سامنے ہمیں اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا۔

شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف کرے اور ان کی تمام ضروریات کو پورا کرے اور اپنے اعمال وکردار سے سب کو خوش رکھنے کی سعی کرے۔ جس نے عدل نہیں کیا وہ قیامت کے دن اس حال میں ہوگا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من كانت عنده امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة و شقه ساقط“(۱)	”جس کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان دونوں کے مابین انصاف ومساوات نہیں کیا تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا“۔

عدل وانصاف ایک ایسی گرانمایہ دولت ہے جس کے ثمرات و برکات دونوں جہاں میں حاصل ہوں گے۔ عدل وانصاف کرنے والے اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے۔

”ان المقسطين عند الله على منابر من نور، عن يمين الرحمن عزّ وجلّ وكلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم وأهليهم وما وَلُوا“(۲)	”بیشک انصاف کرنے والے اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ یمین (دایاں) ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرتے ہیں“۔

(۱) ترمذی ج۳ ص۴۴۷ (۲) صحیح مسلم ج۳ ص۱۴۵۸ حدیث ۱۸۲۷

تمام بیویوں کو اپنے شوہر کے حکموں کی فرماں برداری کرنی چاہیے اور اپنے اخلاق وکردار سے شوہر کو خوش ومطمئن رکھنا چاہیے۔اگر کسی عورت کا اس حال میں انتقال ہوگیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں جائے گی جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة''(۱)

''جب کسی عورت کا انتقال ہوجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگی''۔

تمام سوکنوں کو آپس میں محبت والفت قائم رکھنا چاہیے اور بدگمانی، غیبت، حسد اور کینہ سے بچنا چاہیے۔رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولاتحاسدوا ولا تباغضوا ولاتدابروا وكونوا عباد الله اخواناً''(۲)

''تم بدگمانی سے بچو، بیشک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور ٹوہ میں نہ پڑو اور ایک دوسرے سے بیجا بڑھنے کی ہوس نہ کرو اور آپس میں حسد نہ کرو اور باہم بغض وکینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ''۔

وہی مسلمان عورت مسلمان کہلانے کی مستحق ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان مرد اور عورت محفوظ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه''(۳)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کردے''۔

(۱) ابن ماجہ ج۱ ص۵۹۵ (۲) الادب المفرد للبخاری ص۱۴۸
(۳) بخاری جلد۲ ص۱۳

اگر کبھی آپس میں بات بند ہوجائے تو تین دن کے اندر اپنے اختلاف کو دور کرکے بات چیت شروع کردینی چاہیے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار''(۱)

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے، جس نے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دیا اور مر گیا تو دوزخ میں داخل ہوگا''۔

بھلا بتلایئے ان ہدایات پر عمل پیرا ہوجانے کے بعد کیا خاندان میں نفرت وعداوت، حسد، کینہ، غیبت اور لڑائی جھگڑے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

طلاق:

زوجین کی آپسی محبت سے دونوں کی زندگی خوشگوار وپائیدار ہوجاتی ہے۔دونوں کے اشتراک وتعاون سے ایک خاندان وجود میں آتا ہے۔اس میں والدین کو احترام وعزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہوتی ہے۔لیکن کسی وجہ سے دونوں میں نااتفاقی ہوجائے اور ایک ساتھ زندگی گزارنا ناممکن ہوجائے تو دونوں کا جدا ہوجانا ہی بہتر ہے۔لیکن دونوں کو ماضی کی خوشگوار یادوں اور مستقبل پر غور وفکر اور اولاد کے مستقبل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے۔اسلام میں طلاق کی اجازت ہے لیکن طلاق سے پہلے دونوں کو چند امور وہدایات پر عمل کرنے کا پابند بنایا گیا ہے تا کہ ایک بسا بسایا گھر اُجڑ نہ جائے۔اللہ نے شوہر کو بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھنے کا حکم فرمایا:

عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً. (۲)

''ان کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو، اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو''۔

(۱) ابوداؤد ج۴ ص۲۷۹ (۲) سورہ نساء آیت ۱۹

بیوی اپنے شوہر کی خدمت کرے اور اس کے حکم کو بجا لائے اور اپنے قول وعمل سے اس کو ناراض نہ کرے، ایک موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کے لیے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ شوہر جو کہے وہ مانے، شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے اور شوہر اس کو قسم لے کر کچھ کہے تو اس کی قسم پوری کردے اور اگر شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنے نفس کی اور شوہر کے مال کی پوری حفاظت کرے۔''(۱)

اسلام نے ان تمام چیزوں کو جائز قرار دیا جن سے زوجین کی زندگی خوشگوار ہوجائے اور ان تمام راستوں کو ناجائز قرار دیا جن سے دونوں کی زندگی میں تلخی و بدمزگی پیدا ہوجائے اور معاملہ طلاق تک جا پہنچے۔ اگرچہ مجبوری کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے لیکن اللہ کے نزدیک طلاق حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أبغض الحلال الی الله الطلاق''(۲) ''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''۔

دوسری جانب عورت کو بھی بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنے سے منع فرمادیا۔ حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

''أيما امرأة سألت زوجها طلاقاً من غير باس، فحرام عليها رائحة الجنة''(۳) ''جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کیا تو اس (عورت) پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

(۱) ابن ماجہ ج ا ص ۵۹۶ باب افضل النساء
(۲) ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱ باب فی کراہیۃ الطلاق
(۳) ترمذی ج ۳ ص ۴۹۳

اسی طرح کسی مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ زوجین کی خوشگوار زندگی میں تلخی و بدمزگی پیدا کردے۔ ان کے درمیان جدائی کی کوئی تدبیر کرے، ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی اور نفرت وعداوت ڈال دے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ليس منا من خبب امرأة على زوجها أو عبداً على سيده''(۱) ''وہ ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اُکسایا''۔

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا تسأل المرأة طلاق أختها لتكفي مافي اناء ها''(۲) ''یعنی کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق طلب نہ کرے تاکہ وہ ان نعمتوں اور خوشحالیوں کو حاصل کرلے جو اس کی بہن کو حاصل ہے''۔

میاں بیوی دونوں اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور طلاق کی نوبت نہ آنے دیں۔ رشتہ داروں کو بھی چاہیے کہ دونوں میں صلح وصفائی کی حتی المقدور سعی کریں۔ جب ساری کوششیں ناکام ہوجائیں تب شوہر کو طلاق کا ارادہ کرنا چاہیے۔

سورہ نساء میں ہے۔

''اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ۔ خوابگاہوں میں ان سے علاحدہ رہو اور مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہوجائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کردو۔ وہ دونوں اصلاح

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱ (۲) سنن الترمذی ج ۳ ص ۴۹۵

کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔''(۱)

ساری تدبیر ناکام ہو جانے کے بعد جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے کہ زوجین میں آپسی محبت والفت، ایثار وقربانی اور مدد وتعاون باقی نہیں رہا تو اب ان کا جدا ہو جانا ہی خاندان اور معاشرہ کے لیے نافع وسودمند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کئی حکمت ومصلحت کے تحت طلاق کی اجازت دی ہے۔ طلاق کی اجازت نہ دینا فطرت کے خلاف ہے۔ جن مذاہب میں طلاق کی اجازت نہیں تھی ان کے پیروکار مختلف دشواریوں میں گرفتار تھے۔ آخر ان کے پیروکار اپنے ملکی قوانین میں طلاق کی گنجائش پیدا کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن وہ اس سلسلہ میں افراط وتفریط کے شکار ہو گئے جس کے نتیجہ میں نکاح کا رشتہ غیر مستحکم ہو گیا اور طلاق کی ایسی کثرت ہوئی کہ معمولی معمولی باتیں بھی طلاق کا ذریعہ بن گئیں۔ اس انحطاط کے دور میں بھی مسلم معاشرہ میں طلاق کا فیصد مغربی معاشرے اور ان کے نقشِ قدم پر قائم معاشرے کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ دنیا اسلام کے ضابطۂ طلاق کا آزادانہ مطالعہ کرے اور اپنے ملکی قوانین میں اصلاح کرے اور اپنے خاندان اور معاشرے میں ایک ایسا فطری نظام قائم کرے جو افراط وتفریط سے پاک ہو۔

بیوی کو معلق رکھنے کی ممانعت:

زوجین کے درمیان محبت والفت اور شفقت ومحبت کے بجائے نفرت وعداوت پیدا ہو جائے اور دونوں کی زندگی ناخوشگوار اور اذیت ناک ہو جائے اور دونوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب ایک دوسرے کے ساتھ رہنے میں حدود اللہ سے تجاوز کر جائیں گے تو

(۱) سورہ نساء آیت ۳۴۔۳۵

دونوں کا علاحدہ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ لیکن دونوں اپنے مستقبل کے بارے میں غور وفکر کر لیں اور طلاق سے پہلے صلح وصفائی کی ساری تدبیروں کو بروئے کار لائیں۔ جب صلح وصفائی کی ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں تو آخری چارہ کار کے طور پر شوہر کو طلاق دینا چاہیے لیکن بیک وقت تین طلاق دینا ممنوع ہے۔ عدّت کے دوران حسنِ سلوک اور ضروریات کی تکمیل کا خیال رکھے اور عدت ختم ہونے کے بعد خوش اخلاقی کے ساتھ جدا کر دے یا عورت جب خلع کی درخواست کرے تو اس کے عوض اس سے ایسا مطالبہ نہ کرے جس کی ادائیگی اس کے لیے دشوار اور تکلیف دہ ہو۔ جس قدر اس نے مہر ادا کیا ہے اس سے زیادہ نہ لے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بیوی کو مختلف طریقوں اور بہانوں سے معلق رکھے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَان فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَان وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوْا مِمّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئاً إِلَّآ أَنْ يَّخَافَا أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ''(۱)

''طلاق دو مرتبہ کی ہیں۔ پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے (سہی) جو تم نے ان کو (مہر میں) دیا تھا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابطِ خداوندی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے''۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَاراً لِّتَعْتَدُوْا. (۲)

''اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دیدی پھر وہ اپنی عدت گزارنے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو تم ان کو قاعدے کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۲۹ (۲) ایضاً آیت ۲۳۱

قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے''۔

''وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ''(۱)

''اور جب تم لوگوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی پھر وہ عورتیں اپنی عدت بھی پوری کرچکیں تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں، جبکہ باہم رضامند ہوجائیں قاعدے کے موافق''۔

''فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ''(۲)

''پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت گزارنے کے قریب پہنچ جائیں (تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو (اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑے تو) ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے (بلا رورعایت) گواہی دو''۔

ان آیاتِ قرآنیہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ بیوی کو معلق رکھنا جائز نہیں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد متعین نہیں تھی سو طلاق کے بعد بھی ظالم شوہر سے رہائی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور جب چاہتا رجوع کرلیتا۔ بے چاری عورت نہ اس شوہر کی محبت پاتی اور نہ جدا ہو پاتی کہ دوسرے مرد سے شادی کرکے اپنی زندگی خوشگوار بنا سکے۔ لیکن اسلام نے صنفِ نازک پر احسان کرتے ہوئے طلاق کی آخری حد متعین کردی تاکہ عورت کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوجائے۔ اگر کوئی اپنی بیوی

(۱) سورہ بقرہ آیت ۲۳۲ (۲) سورہ طلاق آیت ۲

کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کرتا اور نہ اس کو طلاق دے کر جدا کرتا ہے اور نہ خلع کے لیے تیار ہے تو ایسی حالت میں عورت کو اسلامی عدالت میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

بیوی کے حقوق:

شوہر پر بیوی کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور اس کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہوئے اس کی تمام جائز ضروریات پوری کرے۔ اس کی حوصلہ افزائی کرے اور معمولی کوتاہیوں کو نظر انداز کرے، کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً. (۱)

''اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو، اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو''۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین میں سب سے بہتر اس شخص کو قرار دیا ہے جس کا معاملہ عورتوں کے ساتھ بہتر ہو۔

''أكمل المومنين إيماناً أحسنهم خلقاً وخياركم خياركم لنسائهم خلقاً''(۲)

''ایمان کے اعتبار سے کامل مومنین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ ہیں جو تم میں عورتوں کے لیے بہتر ہوں''۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نرمی و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کی دلجوئی کی خاطر مسابقہ بھی کیا کرتے تھے۔ ایک غزوہ میں حضرتِ عائشہؓ رفیقِ سفر تھیں، تمام

(۱) سورہ نساء آیت ۱۹

(۲) ترمذی ص۱۶۲۱ باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا

صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا آؤ دوڑیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ یہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر ایک اور موقع آیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اب میں بھاری بھرکم ہوگئی تھی۔ اب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ فرمایا عائشہ یہ اس دن کا جواب ہے۔(۱)

ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن حیدہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ”ماحق المرأة علی الزوج“ یعنی ہم پر بیوی کا کیا حق ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قال ان یطعمها اذا طعم وان یکسوها اذا اکتسی ولایضرب الوجه ولا یقبح ولا یهجر إلا فی البیت“(۲)

”جب خود کھائے تو اس کو کھلائے جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لیے اس کو علاحدہ کرے“۔

عورت کی فطرت میں کجی ہے، لہٰذا مرد اس کی کجی کے ساتھ لطف اندوز ہو اور اس کے ساتھ خوش گوار زندگی گزارے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إن المرأة خلقت من ضلع لن تستقیم لك علی طریقة فان استمتعت لها و بها عوج وان ذهبت تقیمها کسرتها و کسرها طلاقها“(۳)

”بلاشبہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے تم ہرگز اس کو سیدھی نہیں کر سکتے، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو کجی کے باوجود فائدہ اٹھاؤ۔ اگر تم نے اس کو سیدھی کرنے کی کوشش کی تو تم اس کو توڑ دو گے، اس کا توڑنا طلاق ہے“۔

(۱) سنن ابوداؤد باب السبق
(۲) ابن ماجہ ج اص ۵۹۳ باب حق المرأة علی الزوج
(۳) مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۱ باب الوصیة بالنساء

مرد کو چاہیے کہ اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے اور معمولی کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف کرے اور اس کی فطری کجی پر صبر کرتے ہوئے اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لایفرك مومن مومنة ان کره منها خلقا رضی منها آخر“(۱)

”کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو اس کی دوسری عادت سے راضی ہو جائے“۔

شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھے جن سے اس کی جان اور عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہو۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ثلاثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث ورجلة النساء“(۲)

”تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ والدین کا نافرمان، ”دیوث“ اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتیں“۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”دیوث“ کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

”الذی لایبالی من دخل علی اهله“(۳)

”ایسا شخص جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کون اس کے گھر والوں پر داخل ہوا“۔

مباشرت کا حق:

شوہر اپنی بیوی سے مباشرت کرے اور ایک دوسرے کو شیطان کے مکر و فریب سے بچائے۔ مسلم کی ایک روایت کے مطابق جماع کرنا اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔ ایک مرتبہ

(۱) مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۱ ح ۱۴۶۹
(۲) رواہ النسائی ج ۵ ص ۸۰ (۳) رواہ الطبرانی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بیوی سے جماع کرنے میں تمہارے لیے اجر وثواب ہے۔ صحابۂ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ہم میں سے اگر کوئی اپنی شہوت کو پوری کرتا ہے، تو کیا اس کے لیے اجر ہے؟ فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اپنی شہوت کو کسی حرام جگہ پر پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا اسی طرح حلال جگہ میں شہوت پوری کرنے میں اجر ہے۔

امام ابن حزم کے نزدیک شوہر پر بیوی سے مجامعت کرنا فرض ہے۔ کم از کم ہر طہر میں ایک مرتبہ جماع کرنا چاہیے، اس میں کوتاہی کرنے والا گنہگار رہوگا۔ ان کی دلیل اللہ کا یہ کلام ہے۔

''فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ''(۱) ''پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہوجائیں تو ان کے پاس آجاؤ جس جگہ سے تم کو اللہ نے اجازت دی ہے''۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شوہر پر مجامعت واجب نہیں ہے۔ یہ شوہر کا حق ہے۔ چاہے استعمال کرے یا نہ کرے۔ امام احمد بن حنبلؒ مقیم کے لیے چار مہینے اور مسافر کے لیے چھ مہینے میں جماع کرنے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

جمہورِ علماء کے نزدیک شوہر پر جماع کرنا واجب ہے۔ مجبوری کے بغیر اس سے روگردانی کرنا باعث گناہ ہے۔ جب کہ اس سلسلے میں علمائے احناف کے دو طبقے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانیؒ سابق نائب امیرِ شریعت بہار واڑیسہ اپنی مشہور کتاب ''**کتاب الفسخ والتفریق**'' میں لکھتے ہیں:

''ایک جماعت کے نزدیک شوہر پر مزید مجامعت واجب تو ہے مگر یہ دیانۃً واجب ہے، قضاءً اور قانوناً واجب نہیں ہے۔ یعنی شوہر اگر مجامعت چھوڑ دے تو بیوی کو نہ تو شوہر سے مجامعت کے مطالبہ کا حق ہے اور نہ قاضی کی عدالت میں عورت کو اس کے متعلق دادخواہی کا حق ہے اور نہ قاضی کو اس کا حق ہے کہ وہ

(۱) سورہ بقرہ ۲۲۲

شوہر کو اس پر مجبور کردے۔

دوسری جماعت کے نزدیک شوہر پر مزید مجامعت دیانۃً واجب تو ہے ہی قضاءً بھی واجب ہے۔ حنفیہ کی اس دوسری جماعت کی تائید عہدِ فاروقی کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے اپنے شوہر کے عدمِ ادائے حقوقِ زوجیت کے متعلق ان الفاظ میں استغاثہ کیا:

یا أمیر المؤمنین ان زوجي یصوم النهار ویقوم اللیل وأنا اکره ان أشکوه ''اے امیر المؤمنین میرا شوہر دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر خدا کی عبادت کرتا ہے اور میں اس کو برا سمجھتی ہوں کہ اپنے شوہر کی شکایت کروں''۔

حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر فرمایا ''نعم الرجل ذلك'' (تمہارا یہ شوہر بڑا اچھا آدمی ہے) عورت نے یہ سُن کر پھر اپنی بات کو دہرایا اور حضرت عمرؓ نے پھر وہی جواب دیا اور کچھ مزید بات نہیں فرمائی۔ حضرت کعب بن مسعود جو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے کہا یا امیر المؤمنین ''انها تشکو زوجها في هجره فراشها'' (امیر المؤمنین! یہ عورت اپنے شوہر کے عدم ادائے حقوقِ زوجیت کی شکایت کررہی ہے) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ''کما فهمت اشارتها فاحکم بینهما''، جس طرح تم نے اس کے اشارہ کی بات کو سمجھا ہے، تم ہی ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردو۔ حضرتِ کعبؓ نے اس کے شوہر کو بُلا بھیجا، جب وہ آیا تو عورت سے کہا کہ تم کیا کہتی ہو؟ تو اس عورت نے یہ شعر پڑھا:

یا ایها القاضی الحکیم ارشده الهی خلیلي من فراشي مسجده
زهده في مضجعي تعبده نهاره و لیله ما یرقده
و لست في امر النساء احمد

''اے عقلمند قاضی میرے رفیق حیات (شوہر) کو میرے بستر سے ان

کی مسجد نے غافل کردیا ہے۔ اب ان کو ہدایت کیجئے، ان کی عبادت نے ان کو میرے ساتھ سونے سے بیزار کردیا ہے اور وہ ان کو رات دن کسی وقت سونے نہیں دیتی ہے۔ اس لیے عورتوں کے حق میں ان کو لائقِ ستائش نہیں سمجھتی ہوں''۔

حضرتِ کعبؓ نے اس کے بعد اس کے شوہر سے کہا ''ماتقول''، تم اس کے جواب میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے بھی اپنا جواب شعر میں ہی دیا۔

زهدني في فرشها وفي الكلل   اني امرء اذهلني ماقد نزل
في سورة النمل وفي السبع الطول

''مجھ کو عبادت نے اپنی بیوی کے بستر اور اس کی مچھر دانی کے اندر جانے سے روک دیا ہے اور اب میں ایسا آدمی ہوں جس کو ان آیتوں نے جو سورہ نمل اور سبع طوال میں نازل ہوئی ہیں مدہوش کردیا ہے''۔

اس جواب کے سننے کے بعد حضرتِ کعبؓ نے بھی اپنا فیصلہ شعر ہی میں سُنایا اور اس کو حکم دیا کہ مجامعت عورت کا حق ہے، تم اس کو اس طرح ادا کیا کرو اور یہ حیلہ و بہانہ جن کو تم نے بیان کیا ہے، چھوڑ دو۔ فیصلہ کا شعر یہ ہے:

ان لها حقا عليك يا رجل   تصيبها من اربع لمن عقل
فاعطها ذاك ودع عنك العلل

''اے شخص لاریب، تیری بیوی کے لیے حق تجھ پر واجب ہے۔ چار شب میں ایک شب ضرور ملا کرو، اگر عقلمند ہو، اب اس کو اس کا حق دو اور اپنے حیلوں سے باز آؤ''۔

اس فیصلہ کو سُن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا ''این لك هذا''، یہ فیصلہ تم نے کس بنیاد پر کیا تو حضرت کعبؓ نے جواب دیا۔

''لأن الله اباح للحر اربع زوجات فلكل واحدة يوم وليلة'' یہ اس لیے کہ اللہ نے آزاد مرد کے لیے چار بیویوں کو مباح کیا ہے، لہٰذا ہر ایک بیوی کے حصّہ میں ایک دن ہے اور ایک رات ہے اور یہ رات چوتھی رات ہوگی۔

حضرت کعبؓ کے اس جواب کو سُن کر حضرت عمرؓ بہت مسرور ہوئے اور ان کو بصرہ کا قاضی بنا دیا''۔(۱)

شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے:

شریعت اسلامیہ نے عورت کو ہر طرح کی مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے۔ اور اس کو کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے جہد وسعی اور مشقت و پریشانی میں مبتلا کرنے کے بجائے راحت وعزت اور چین وسکون کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا کیے ہیں۔ مہر، نفقہ، لباس و پوشاک، دوا علاج اور دوسری ضروریات، ولیمہ، مہر نیز بچوں کی کفالت کی ساری ذمہ داری مردوں کے سر رکھی گئی ہیں۔

نفقہ کا وجوب قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے ثابت ہے اس کا وجوب قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے مطابق، کسی کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کے برداشت کے مطابق''۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول مطلقات کے حق میں'' وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا قول مطلقات کے بارے میں'' تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو'' جب عدت کے دوران مطلقات کو یہ حق حاصل ہے تو بیویاں اس کی زیادہ مستحق ہیں۔

حدیث سے بھی نفقہ کا وجوب ثابت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو وہ تمہاری معین و مددگار ہیں۔ بیشک تم نے ان کو اللہ کے حکم سے اپنایا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ اپنے

(۱) کتاب الفسخ والتفريق ص۷۰

اوپر کسی کو قدرت نہ دے جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تم پر ان کا کھانا اور لباس بھلے طریقہ سے واجب ہے۔

روایت کیا گیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: شوہر پر بیوی کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس کو کھلائے جب وہ کھائے۔ وہ اس کو پہنائے جب وہ پہنے۔ اس کو گھر میں تنہا نہ چھوڑے۔ اس کو نہ مارے نہ برا بھلا کہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ: ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اور میرے بچے کو اتنا نہیں دیتے جو ہمیں کافی ہو جائے۔ مگر میں اس کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لیتی ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو جائے۔

رہی بات قیاس کی تو فقہ کا اصولی قاعدہ ہے جو غیر کے حق کے لیے کاربند ہو جائے تو اس کا نفقہ اس شخص پر ہے (جس کے لیے اس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہے) مفتی، والی، قاضی، اور اسی طرح حکومت کے دیگر کارکنان کا نفقہ بیت المال پر واجب ہے اس لیے کہ انہوں نے حکومت کی منفعت ومفاد کی خاطر طلب رزق سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان کے لیے اس قدر پیش کرے جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے رواج کے مطابق کافی ہو جائے۔ بیوی نے اپنے آپ کو گھر کے کام کاج اور گھریلو کام کی دیکھ ریکھ کے لیے پابند کر لیا ہے اور گھریلو کاموں میں اپنے آپ کو مشغول کرنے کا عوض یہ ہے کہ اسے نفع کا حق حاصل ہو۔

اجماع: اس پر نبی ﷺ کے زمانہ سے اب تک مسلمانوں کا اجماع رہا ہے۔ اس سلسلے میں کسی نے مخالفت نہیں کی''۔

عالم اسلام کے مایہ ناز فقیہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اپنی معروف کتاب **الفقہ الاسلامی وأدلتہ** میں مستند کتابوں کے حوالے سے نفقۂ زوجیہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی بحث سے منتخب عبارتیں مع ترجمہ پیش کی جا رہی ہیں:

''ان النفقة لغة هي ما ينفقه الانسان على عياله، وهي شرعاً الطعام والكسوة والسكنى وعرفاً فى اطلاق الفقهاء: هى الطعام فقط ولذا يعطفون عليه الكسوة والسكنى والعطف يقتضى المغايرة.(١)

وجوبها: اتفق الفقهاء على وجوب النفقة للزوجة مسلمة كانت أو كافرة بنكاح صحيح فاذا تبين فساد الزواج وبطلانه رجع الزوج على المرأة بما أخذته من النفقة وثبت وجوبها بالقرآن والسنة والاجماع والمعقول.(٢)

لغت میں نفقہ وہ ہے جس کو انسان اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور شریعت میں نفقہ کھانا، کپڑا اور رہائش کو کہتے ہیں اور فقہاء کی اصطلاح میں صرف کھانا مراد ہے۔ اس لیے وہ اس پر پوشاک اور رہائش کو عطف کرتے ہیں۔ اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔

فقہاء کا بیوی کے نفقہ کے وجوب پر اتفاق ہے چاہے بیوی مسلمان ہو یا کافرہ نکاح صحیح کی وجہ سے۔ جب شادی کا فساد اور اس کا بطلان ظاہر ہو جائے تو شوہر اپنی بیوی سے ان تمام چیزوں کو واپس لے لے گا جو اس عورت نے نفقہ میں حاصل کیا ہے۔ اور اس (نفقہ) کا وجوب قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔

تشمل النفقة الزوجية مايأتى:

١. **الطعام والشراب والادام**
٢. **الكسوة** ٣. **المسكن**
٤. **الخدمة ان لزمتهاأو كانت ممن تخدم**
٥. **آلة التنظيف ومتاع البيت.**

(١) الدر المختار وحاشية ابن عابدين ٢/٨٨٦

(٢) الفقه الاسلامی و ادلته ج ٧، ص ٧٨٦، بحواله البدائع ٤/١٥، فتح القدير ٣/٣٢١، بداية المجتهد ٢/٥٣ وما بعدها، مغنى المحتاج ١/٤٢٦، المغنى ج٧، ص ٥٣٣

قد نصت المادة ٧١ من القانون السوری علی أنواع النفقة وتقریرها آخذة بوجوب نفقات التطبیب والعلاج.

١. النفقة الزوجیة تشمل الطعام والکسوة والسکنیٰ والتطبیب بالقدر المعروف، وخدمة الزوجة التی یکون لأمثالها خادم

٢. یلزم الزوج بدفع النفقة الی زوجیة اذا امتنع عن الانفاق علیها أو ثبت تقصیره.

الواجب الاوّل:. الطعام وتوابعه

قرر الفقهاء أنه یجب للزوجة الطعام والشراب والادام وما یتبعها من ماء وخل وزیت ودهن للأکل وحطب وقود ونحوها ولا تجب الفاکهة.(١)

مندرجہ ذیل نفقۂ زوجیہ میں شامل ہے۔

١۔ کھانا پانی اور سالن ٢۔ لباس ٣۔رہائش

٤۔ خدمت ٥۔ صفائی کا آلہ اور گھر کا سامان

دستور شام کی دفعہ ٧١ نفقہ کے انواع پر محیط ہے جس میں ڈاکٹر اور علاج کے اخراجات کو بھی شوہر پر لازم قرار دیا گیا۔

١۔ نفقہ زوجیہ میں طعام، پوشاک، رہائش اور دوا علاج عرف کے مطابق اور ایسی خدمت جو بیوی کے ہم رتبہ عورتوں کو حاصل ہے۔

٢۔ شوہر پر اپنی بیوی کا نفقہ لازم قرار دیا جاتا ہے۔ جب شوہر اس پر خرچ کرنے سے

(١) الفقه الاسلامی ج٧، ص ٧٩٨، بحواله البدائع والصنائع ٤/٢٣، فتح القدیر ٣/٣٢٢ و مابعدها، الدر المختار ٢/٨٩٩، القوانین الفقهیة ص ٢٢١ وما بعدها۔ الشرح الصغیر ٢/٧٣١ ومابعدها ٧٣٩۔ بدایة المجتهد ٢/٥٤، مغنی المحتاج ٣/٤٢٦، ٤٢٩، المهذب ٢/١٦١-١٦٢، المغنی ٧/٥٦٨ وما بعدها، کشاف القناع ٥/ ٥٣٣ وما بعدها)

رک جائے یا اس کی کوتاہی ثابت ہو جائے۔

پہلا واجب:۔ کھانا اور اس کے لوازمات ہیں۔

فقہاء کے نزدیک بیوی کے لیے کھانا، پانی اور سالن واجب ہے اور جو اس کے تابع ہیں مثلاً، پانی، سرکہ، تیل، لکڑی، اور ایندھن وغیرہ، میوہ واجب نہیں ہے۔

الواجب الثانی: الکسوة

أجمع العلماء علی أنه تجب علی الزوج لزوجته کسوتها، لانها لابد منها علی الدوام ولقوله عزوجل(وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف) وقول النبی ﷺ ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف، وقوله علیه السلام لهند،" خذی مایکفیک وولدک بالمعروف" والکسوة بالمعروف: هی الکسوة التی جرت عادة أمثالها بلبسه.(١)

دوسرا واجب: لباس ہے۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ شوہر پر اس کی بیوی کا پوشاک واجب ہے۔ یہ اس پر ہر حال میں واجب ہے۔ اللہ کے اس قول کی وجہ سے" وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف"

اور نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں پر ان کا کھانا اور کپڑا بھلے طریقے سے واجب ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا۔ لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے کے لیے کافی ہو جائے۔ اور مناسب لباس وہ ہے جو اس (بیوی) کے امثال میں رائج ہو۔

الواجب الثالث: المسکن

یجب للزوجة أیضاً مسکن لائق بها اما بملک أو کراء أو اعارة أو وقف، لقوله تعالیٰ(أسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم) ای بحسب

(١) الفقه الاسلامی و ادلته ج٧ ص ٨٠٢، بحواله البدائع ٤/٢٣ ومابعدها۔ الدر المختار ٢/٨٩٣ وما بعدها، القوانین الفقهیة ص ٢٢٢، مغنی المحتاج ٣/٤٢٩-٤٣٣ ما بعدها، المغنی ٧/٥٦٨، الشرح الصغیر ٢/٧٣٨، المهذب ٢/١٦٢، کشاف القناع ٥/٥٣٤، المغنی ٧/٥٧٢

سعتكم وقدرتكم المالية، وقوله تعالىٰ (وعاشروهن بالمعروف) ومن المعروف أن يسكنها فى مسكن ولأنها لا تستغنى عن المسكن للا ستتار عن العيون وحفظ المتاع.

ويكون المسكن كالطعام والكسوة على قدر يسار الزوجين اعسارهما لقوله تعالى" من وجدكم"

وبناء عليه يجب أن يتوافر فى المسكن الأوصاف الآتية:

١. أن يكون ملائما حالة الزوج المالية للآية السابقة" من وجدكم"

٢. ان يكون مستقلا بها ليس فيه أحد من أهله الا أن تختار ذلك وهذا عن الحنيفة.

٣. ان يكون المسكن مؤثثاً مفروشاً فى رأى الجمهور غير المالكية: بأن يشتمل على مفروشات النوم من فراش ولحاف ووسادة، ادوات المطبخ من آلات الأكل والشرب الطبخ من قدر(آلة مطبخ) وقصعة(آلة آكل) وكوز(ابريق) وجرة(آلة شرب) ونحوهاحسب العادة مما لاغنى لها عنه كمغرفة، وما تغسل فيه ثيابها، وأدوات الاضاء ة. لان المعيشة لا تتم بدون المذكور. فكان من المعاشرة بالعروف.

اتفق الفقهاء على اشتراط كون المسكن مشتملا على المرافق الضرورية اللازمة السكنى من دورة مياه ومطبخ ومنشر، وان تكون تلك المرافق خاصة بالسكن الا اذا كان الزوج فقيراً ممن يسكن فى غرفة فى دار كبيرة متعددة الغرف والسكان، بشرط كون الجيران صالحين(١)

---

(١) الفقه الاسلامى ج٧ ص ٨٠٣-٨٠٥ بحواله فتح القدير ٣/٣٣٤ وما بعدها، الدر المحتار ج٢ ص ٩١٢-٩١٤، الشرح الصغير ٢/٧٣٧، القوانين الفقهية ٢٢٢، مغنى المحتاج ٣/٤٣٠-٤٣٢، المهذب ٢/١٦٢، المغنى ٧/٥٦٩)

تیسرا واجب: رہائش ہے، بیوی کے لیے اس کے مناسب حال رہائش واجب ہے چاہے وہ مکان اس کی ملکیت میں ہو یا کرایہ کا ہو یا عاریت کا ہو یا وقف کا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" أسكنو هن من حيث سكنتم من وجدكم" یعنی تمہاری حیثیت اور مالی طاقت کے مطابق ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول" عاشروهن بالمعروف" اور معروف یہ ہے کہ اس کو ایسی جگہ میں رکھو جو لوگوں کو نظروں سے پوشیدہ رہے اور اس میں اس کا سامان بھی محفوظ رہے۔

رہائش بھی طعام و پوشاک کی طرح زوجین کی تنگی و وسعت کے مطابق واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول" من وجدكم" کی وجہ سے۔ اسی بناء پر واجب ہے کہ رہائش مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف ہو:

۱۔ وہ شوہر کی مالی حالت کے مطابق ہو سابق آیت:" من وجدكم" کی وجہ سے۔

۲۔ وہ مسکن ایسا ہو جس میں شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو مگر بیوی شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو اور یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

۳۔ جمہور کی رائے میں مسکن فرنیچر سے آراستہ ہو، مالکیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ مفروشات نوم میں بستر، لحاف اور تکیہ شامل ہے اور مطبخ کا سامان مثلاً کھانے پینے کے آلات توا، پیالہ، لوٹا، گھڑا وغیرہ اسی طرح وہ چیزیں جن کا عرف ورواج ہو، اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ جیسے کڑھائی اور ایسی چیز جس میں اپنے کپڑے کو دھوئے اور روشنی کا سامان۔ اس لیے کہ زندگی گذارنا مذکورہ بالا چیزوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور یہ حسن معاشرت ہے۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رہنے کی جگہ ضروری ولازمی سہولیات سے آراستہ ہو۔ بیت الخلاء و غسل خانہ، مطبخ اور وہ سہولت جو رہائش کے لیے ضروری ہو، مگر جب شوہر نادار ہو، جو ایسے مکان جس میں بہت سے کمرے ہوں اور بہت سے لوگ رہنے والے ہوں اور اس مکان کے ایک کمرے میں رہتا ہو اور اس کے تمام پڑوسی نیک وصالح ہوں۔

الواجب الرابع: نفقة الخادم ان كانت ممن تخدم.

اتفق الفقهاء على انه يلزم للزوجة نفقة الخادم اذا كان الزوج موسراً وكانت المرأة ممن تخدم فى بيت ابيها مثلا ولا تخدم نفسها لكونها من ذوى الأقدار أو مريضة لأنه من المعاشرة بالمعروف ولأن كفايتها واجبة عليه، وقال تعالى(وعاشروهن بالمعروف) والأولىٰ للموسر اخدام زوجته التى تخدم نفسهالأنه معاشرة بالمعروف.(۱)

چوتھاواجب:۔خادم کاخرچ

فقہاء کااس بات پراتفاق ہے کہ شوہر پر بیوی کے خادم کاخرچ لازم ہے، جب کہ شوہر مالدار ہو۔ اورعورت اپنے والد کے یہاں خدمت لیتی اور خود کام نہیں کرتی تھی۔ صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے یا بیمار ہونے کی وجہ سےاس لیے کہ یہ حسن معاشرت ہے۔ اور اس کی رعایت کرنا شوہر پر لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' وعاشروهن بالمعروف'' بہتر یہ ہے کہ مالدارشوہرکواپنی بیوی کی خدمت کے لیے خادمہ کانظم کرنا چاہیے۔اس لیے کہ یہ حسن معاشرت ہے۔

الواجب الخامس: آلة التنظيف ومتاع البيت.

اتفق الفقهاء على وجوب أجرة القابلة وآلات التنظيف واختلفوا فى أدوات التجميل ومتاع البيت. فقال الحنفية. يجب على الزوج آلة طحن وخبز وآنية شراب وطبخ. ككوز وجرة وقدر ومغرفة وكذا سائر أدوات البيت كحصير ولبدو طنفسة(بساط صوف) وما تنتظف به وتنزيل

(۱) الفقه الاسلامى وادلته ج۷ ص ۸۰۵ بحواله البدائع ٤/۲٤، فتح القدير ۳/۳۲۷ـ۳۲۹، الدر المختار ۲/۹۰۱، بداية المجتهد ۳/٥٤، الشرح الصغير ۲/۷۳٤، مغنى المحتاج ۳/٤۳۲ ومابعدها۔ المهذب ۲/۱٦۲، المغنى ۷/٥٦۹ وما بعدها غاية المنتهى ۳/۲۳٤، كشاف القناع ٥/٥۳۷ ومابعدها)

الوسخ كمشط وأشنان وصابون وسدر ودهن وخطمى على عادة أهل البلد ويجب عليه مداس رجلها وما تغسل به ثيابها و بدنها وينقل لها ماء الغسل من الجنابة ويجب لها ماء الوضو، وأما الطبيب فيجب عليه مايوضع بعد الحيض والرائحة الكريهة. اما الخضاب والكحل فلا يلزمه، بل هو على اختياره، ولا تجب لها الفاكهة والقهوة والدخان.(۱)

پانچواں واجب: صفائی کا آلہ اور گھریلو سامان ہے۔

دائی جنائی کی اجرت اور صفائی کے آلات کے وجوب پر فقہاء کا اتفاق ہے البتہ ان کا اختلاف زینت کے سامان اور گھریلو سامان میں ہے، امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ شوہر پر آٹا چکی، توا، پینے اور پکانے کے برتن، جیسے مشکیزہ، گھڑا، ہانڈی، ڈوئی اور اسی طرح گھر کے تمام سامان جیسے چٹائی، نمدہ، اون کی چادر اور وہ چیز جس سے صفائی کی جاتی ہے اور میل کو دور کیا جاتا ہے، جیسے کنگھی، دھونے کی گھاس، صابون، بیر، تیل اور خطمی عرف ورواج کے مطابق واجب ہے اور شوہر پر چپل اور نہانے کے صابن کا نظم کرنا واجب ہے اور اس کے لیے وضو اور غسل جنابت کی پانی کا نظم واجب ہے، اور کہا گیا ہے کہ طبیب کی طرح دائی کی اجرت بھی عورت پر واجب ہے۔ حیض اور خون کی بدبو دور کرنے کے لیے خوشبو شوہر پر واجب ہے۔ خضاب اور سرمہ شوہر پر لازم نہیں ہے بلکہ وہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ میوہ چائے اور تمبا کو شوہر پر واجب نہیں ہے۔

☆☆☆

(۱) الفقه الاسلامى و ادلته ج۷ ص ۸۰۷ بحواله الدر المختار ۲/۸۹۳، الشرح الصغير ۲/۷۳۳ ومابعدها ۷۳۸، القوانين الفقهية ص ۲۲۲، المهذب ۲/۱٦۱، مغنى المحتاج ۳/٤۳۲ـ٤۲۷، المغنى ۷/٥٦۷ ومابعدها۔ كشاف القناع ٥/٥۳٤ـ٥۳٦، غاية المنتهى ۳/۲۳۳)

مہر:

شوہر پر بیوی کا مہر واجب ہے۔ اگر مہرِ معجّل ہو تو فوری طور پر بیوی کے حوالے کر دے اور اگر مہرِ موجل ہو تو جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے۔ البتہ اس میں تاخیر کی گنجائش ہے۔ مہر پر بیوی کو مالکانہ حق حاصل ہے، وہ جہاں چاہے اس کو خرچ کرے، جو لوگ مہر ادا نہیں کرتے ان کو قیامت میں ذلت کا سامنا کرنا ہوگا۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: ''جس کسی آدمی نے کسی عورت سے قلتِ مہر یا کثرتِ مہر پر شادی کی لیکن اس کے دل میں عورت کے اس حق کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے اس نے عورت کو دھوکا دیا۔ وہ مر گیا اس حال میں کہ اس نے عورت کا حق یعنی (مہر) اس کے سپرد نہیں کیا تو قیامت میں زانی کی حیثیت سے ملاقات کرے گا۔(۱)

اگر بیوی بلا کسی جبر و دباؤ کے اپنی مرضی اور خوشی سے مہر معاف کر دے تو اس کو اپنے مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فَاِنۡ طِبۡنَ لَکُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَکُلُوۡهُ هَنِیۡٓـًٔا مَّرِیۡٓـًٔا ''(۲) ''ہاں اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تو تم اس مہر کو مزیدار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ''۔

دولت و جائیداد پر مالکانہ حق:

عورت کو دولت و جائیداد پر مالکانہ حق حاصل ہے۔ شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کی دولت و جائیداد پر قابض ہو جائے یا اس کی اجازت و مرضی کے بغیر اس کی دولت میں سے خرچ کرے۔ مہر، ترکہ، ملازمت، تجارت اور ہبہ کے ذریعہ حاصل شدہ دولت و جائیداد پر عورت کا پورا حق ہے۔ اس کو پورا اختیار ہے کہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ شوہر پر یا اولاد پر خرچ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بیوی اور اولاد کی جملہ ضروریات پوری کرنا شوہر پر واجب ہے۔

(۱) الترغیب والترھیب للمنذری جلد ۳، ص ۴۸ (۲) سورہ نساء آیت ۴

تجارت و کاروبار کرنے کی اجازت:

اسلام میں تجارت کی فضیلت واہمیت وارد ہوئی ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو تجارت اور جائز ذریعۂ آمدنی اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ صحابہ اور صحابیات دورِ رسالت میں تجارت کیا کرتی تھیں۔ اس لیے حدودِ شرعی میں رہتے ہوئے تجارت اور دیگر ذرائعِ آمدنی اختیار کرنے کی عورت کو اجازت حاصل ہے اور اس کو اپنی دولت و جائیداد پر مالکانہ حق حاصل ہے۔ شوہر یا کوئی اور رشتہ دار اس کی مرضی کے بغیر اس کی دولت کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتا ہے اور نہ استعمال کر سکتا ہے۔

سکون کا ماحول:

بیوی کو ایسا پرسکون ماحول فراہم کیا جائے جہاں وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھ سکے اور اپنے اوپر عائد حقوق وفرائض کو سکون کے ساتھ انجام دے سکے اور اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے فریضے کو انجام دے سکے۔ اس کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اپنی عصمت یا سامان کے جاتے رہنے کا خطرہ ہو۔ یا کسی نقصان کا اندیشہ ہو۔

پردہ:

مرد اور عورت سے دنیا کا نظام قائم ہے۔ ان میں آپسی محبت والفت، ملاقات و اختلاط اور ایک دوسرے میں رغبت و دلکشی یہ سب بشری تقاضے اور فطری اعمال ہیں لیکن یہ اعمال خالقِ کائنات کے حکم کے مطابق انجام پائیں تو دونوں جہاں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے لیکن جب جب بھی اللہ کے قائم کردہ اصول کو توڑا گیا تو انسانیت ناکامی اور بربادی سے ہمکنار ہوئی۔ دورِ حاضر میں حقوقِ نسواں اور آزادیٔ نسواں کے دلفریب نعرے بلند کر کے بے راہ روی، عریانیت و بے حیائی اور زنا و بدکاری کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں برائیاں عام ہوگئی ہیں۔ زنا بالجبر، قتل و آبروریزی

اورلوٹ مار عام ہوگئی ہے۔لوگوں کی زندگی سے سکون واطمینان رخصت ہوگیا ہے لہٰذا اسلام میں پردے کا حکم عظیم حکمت ومصلحت کی بنا پر دیا گیا ہے۔اس کی پابندی واہتمام سے فرد، خاندان اور معاشرہ کامیابی وفلاح سے ہمکنار ہوتا ہے۔

خلع :

طلاق کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے کیونکہ وہ سربراہ ہے اور تمام مالی ذمہ داریوں کا کفیل ہے۔البتہ عورت کو بھی خلع کا حق دیا اور فسق وتفریق کے ذریعے اپنے شوہر سے علاحدہ ہونے کا حق دیا جس کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار تھا۔

خلع یہ ہے کہ عورت مرد کو کچھ مال دے کر یا مرد کے ذمہ اس کا جو کچھ باقی ہے، اس کو معاف کر کے بدلہ میں طلاق حاصل کرلے اور اس طلاق کے لیے خلع کا لفظ استعمال کرے، اس کی وجہ سے طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ (۱)

اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے دے، اس میں دونوں پر گناہ نہیں ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔

ثابت بن قیس کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہؐ! ثابت بن قیس کے اخلاق اور دینداری میں کوئی عیب نکالنا نہیں چاہتی لیکن وہ مجھے پسند نہیں ہیں، آپؐ نے پوچھا تمہیں اس سے کیا ملا تھا؟ اس نے کہا باغ، فرمایا تم اس باغ کو واپس کرنے کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا ہاں، آپؐ نے ثابت سے کہا باغ واپس لے لو اور اسے ایک طلاق دیدو۔(۲)

(۱) البقرۃ : ۲۲۹

(۲) بخاری ج۳ص۲۷۳ باب الخلع وکیف الطلاق

میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے صبر وتحمل کے ساتھ زندگی گزارتے رہیں اور بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دیں، معمولی باتوں پر علیحدگی کا ارادہ نہ کریں، اس لیے کہ زوجین کی علیحدگی کی وجہ سے آباد گھر برباد ہوجاتا ہے اور بچے پرورش و نگہداشت اور شفقت ومحبت سے محروم ہوجاتے ہیں، اکثر اوقات تعلیم اور روشن مستقبل سے محروم ہوجاتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

ایما امرأۃ سألت زوجها الطلاق من غیر ما بأس فحرام علیها رائحة الجنة۔(۱)

جوعورت اپنے شوہر سے ایسی حالت میں طلاق طلب کرتی ہے جب کہ شوہر کی طرف سے اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ رہی ہو تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

البتہ زوجین کا ایک ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہوجائے، آئے دن لڑائی جھگڑے سے امن وسکون ختم ہوجائے تو علیحدگی بہتر ہے، مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے تو عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ خلع، تفریق اور فسخ نکاح کے ذریعہ ازدواجی تعلق ختم کردے۔ مجبوری اور نازک حالت میں وہ علیحدگی کے لیے اسلامی عدالت سے رجوع کرے گی۔

☆☆

(۱) ابوداؤد والترمذی۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۸۴